ماہنامہ

حیاتِ نو

بلریاگنج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہ نامہ

مجلہ

حیات نو

بلریاگنج

جلد: ۱۳ رمضان ۱۴۱۶ھ جنوری ۱۹۹۶ء شمارہ: ۱

مدیر مسئول
نور محمد فلاحی

معاون مدیر
انیس احمد فلاحی

بدل اشتراک

☆ سالانہ زرتعاون : ۵۰/ روپے	☆ طلبہ کے لیے : ۴۰/ روپے
☆ خصوصی زرتعاون : ۱۰۰/ روپے	☆ اعزازی زرتعاون : ۱۰۰۰/ روپے
☆ بیرون ملک سے : ۲۵/ امریکی ڈالر	☆ قیمت فی شمارہ : ۵/ روپے

○ اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے لہذا جلد سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہ نامہ "حیات نو" جامعۃ الفلاح بلریاگنج
اعظم گڑھ یوپی ۲۷۶۱۳۱ ۔۔ فون نمبر ۲۵۱۱۵

کتابت: محمد اشفاق عالم فلاحی "جامعۃ الفلاح"

نقوش حیاتِ نو

			صفحہ
اداریہ	پیغام رمضان	انیس احمد فلاحی	۳
درس قرآن	ماہ رمضان نزول قرآن کی سالگرہ ہے	حافظ احسان الحق فلاحی	۷
بحث ونظر			
	مغربی دنیا کی نظر میں بنیاد پرستی، مسلمانوں کا نقطہ نظر	سید محمد ہارون رشید	۱۰
مذاہب عالم			
	یہودیت	انیس احمد فلاحی	۱۳
تحریکات عالم			
	تیجانی فرقہ	افتخار الحسن مظہری	۱۹
تعارف وتبصرہ			
	ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی کا شعبہ تصنیفی ایک مختصر تعارف		۲۶
	علامہ شبلی کا رسالہ "مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم" ایک جائزہ	محمد الیاس اعظمی	۳۱
تاثرات واحساسات			
	مولانا امین احسن اصلاحیؒ کا انتقال پر ملال	ابو سفیان اصلاحی	۳۴
	آہ مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم	نظام الدین اصلاحی	۳۸
جامعہ کے لیل ونہار			
	الوداعی تقریب، فارغین جامعہ کو استقبالیہ، مسجد جامعہ کی توسیع، مرکزی لائبریری کی تکمیل۔ تعمیرات، اظہار تعزیت	ادارہ	۴۰
روداد انجمن			
	شوریٰ انجمن طلبہ قدیم کے اجلاس کی رپورٹ		۴۵
حلقہ یاراں		کے ایم آصف فلاحی	۴۸

اداریہ — انیس احمد فلاحی مدنی

پیغام رمضان

ماہ رمضان کی فضیلت واہمیت کم وبیش ہر مسلمان جانتا ہے متعدد احادیث میں اس کی برکتوں اور رحمتوں کے تذکرے ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لوگو! بہت ہی عظمت وبرکت کا ایک مہینہ تم پر سایہ فگن ہونے والا ہے یہ مہینہ وہ ہے جس میں ایک رات ہزاروں مہینوں سے زیادہ بہتر ہے خدا نے اس مہینے کے روزے فرض قرار دیئے ہیں اور قیام لیل کو نفل قرار دیا ہے جو شخص اس مہینے میں دل کی خوشی سے بطور خود کوئی ایک نیک کام کرے گا وہ دوسرے مہینوں کے فرض کے برابر اجر پائے گا اور جو شخص اس مہینہ میں ایک فرض ادا کرے گا خدا اس کو دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کے برابر ثواب عطا فرمائے گا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ یہ ایسا مہینہ ہے جس کے ابتدائی عشرہ میں رحمت، درمیانی عشرہ میں مغفرت اور آخری عشرہ میں دوزخ سے رہائی ہے جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام (زیردست) سے کم کام لے گا اللہ اس کو بخش دے گا اور دوزخ سے آزاد کر دے گا (السنن الکبریٰ للامام بیہقی)

ماہ مبارک کی اس فضیلت اور قدر واہمیت کی وجہ یہ ہے کہ یہی وہ ماہ ہے جس میں انسانوں کو وہ لازوال ہدایت دی گئی جس پر کبھی گردِ قدامت کا کبھی کوئی اثر نہیں ہوگا۔ کاش اس ماہ مبارک کی قدر ومنزلت کا احساس

مسلمانوں کے دلوں میں ایسا پیدا ہو کہ وہ اس نعمت عظمیٰ سے کما حقہ فیضیاب ہونے کی پوری پوری کوشش کریں اور اللہ کی رحمت کو یوں صدا دیں کہ زندگی کے سارے درد و داغ یک لخت کافور ہو جائیں اور مسلمانوں کو دنیا میں بھی عزت و آبرو کا مقام حاصل ہو اور آخرت میں بھی اللہ کی رضا اور خوشنودی سے شاد کام ہوں۔

اے کاش، نزول قرآن کا یہ مہینہ ملت اسلامیہ کے ہر ہر فرد کو قرآن کریم کا ایسا والہ و شیدا بنا دیتا کہ وہ اسی کو اپنی زندگی کا آئینہ بنائے، وہ اسی کو ہر کتاب سے زیادہ پڑھے، اسی کو ہر کتاب سے زیادہ سمجھے اور اسی کے مفہوم و مدعا کو اپنی زندگی میں سب سے زیادہ اتارنے کی کوشش کرے حتیٰ کہ اس کی زندگی پوری کی پوری قرآن کا نمونہ بن جائے۔ اس کی سیرت قرآن ہو، اس کا اخلاق قرآن ہو، اس کی فکر کا محور قرآن ہو، اس کا تمدن قرآن ہو، اس کی تہذیب قرآن ہو، اس کی تجارت، اس کی صنعت، اس کی حرفت، اس کی سیاست، اس کی معیشت، غرض اس کی زندگی کا ہر گوشہ قرآن کی ہدایت کے نور سے منور ہو کہ یہی چیز اس کو دنیا کی امامت و قیادت کے منصب سے بھی سرفراز کرے گی۔

یوں تو زوالِ امت کے اسباب میں عالم اسلام پر تاتاریوں کی یورش و یلغار، گروہی و عصبیتی تعصبات اور اغیار کی سازشوں کا بالخصوص ذکر کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ امت کی زبوں حالی، اس کے افتراق و انتشار اور دنیا میں اس کی بے وقعتی کا حقیقی اور بنیادی سبب اس عظیم امانت سے لاپروائی ہے جس کا خدا نے انہیں حامل و امین بنایا تھا۔ خدا کی غیرت کبھی یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ اس کے پیغام و فرامین کی بے وقعتی کرنے والے عزت و سربلندی کا مقام پا سکیں۔ آج بھی اگر ہم اپنی گم شدہ عظمتوں کی بازیابی چاہتے ہیں تو اس کے لئے اس کتاب عزیز کی جانب پلٹنا اور اسی کو اپنا رہنما بنانا

ضروری ہوگا۔

اس نعمت کی عظمت کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ اسی نعمت کی شکر گزاری کے طور پر ہی اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کے روزے فرض قرار دیئے تاکہ ہم نفسانی و شہوانی خواہشات کو دبا کر قربِ الٰہی حاصل کر سکیں۔ روزہ کے اندر شہوات و خواہشات پر قابو پانے کی صلاحیت، دیگر عبادات و اذکار کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ ہوتی ہے کیونکہ یہ انسان کے ارادے کو مضبوط بناتا ہے اور اس کے اندر اپنی خواہشات و لذات پر حکمرانی کی طاقت عطا کرتا ہے یہ خواہشات وہ چیزیں ہیں کہ اگر انہیں بالادستی نصیب ہو جائے تو انسانی تعلقات کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اور آپس کا تعاون و اتحاد پارہ پارہ ہو کے رہ جاتا ہے۔ خواہشات پر قابو پانا دنیوی زندگی میں انسان کا اپنے سب سے بڑے دشمن پر قابو پالینا ہے جس کے بعد اس کا رخ خدا کی طرف ہو جاتا ہے اور طہارت و پاکیزگی میں اس پر ملائکہ بھی رشک کرنے لگتے ہیں البتہ اس مرتبہ بلند کو پانے کے لئے بڑے مجاہدے کی ضرورت ہے، خواہشات سے جنگ کرنے اور ان پر قابو پانے کی ضرورت ہے روزوں کی حفاظت اور اس کے آداب کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے بایں طور کہ منھ کو کھانے اور پینے سے، آنکھوں کو بے ہودہ اور فحش مناظر کی دید سے کانوں کو گانے بجانے کی آوازوں سے، ذہن و دماغ کو شہوانی اور ہیجانی افکار و تصورات سے، ہاتھ اور پیر کو دوسروں کی ایذا رسانی سے اور زبان کو غیبت، چغلخوری، بہتان اور افترا پردازی سے مکمل طور پر محفوظ رکھا جائے۔ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

"من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة في أن يدع طعامه وشرابه" (صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور والعمل به فی الصوم)

جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی

کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا اور پینا چھوڑ دے۔

بخشش و مغفرت اور آگ سے نجات کا یہ مہینہ ہمیں اپنے گناہوں سے مغفرت اور جہنم کی آگ سے اپنے آپ کو بچانے کی دعوت دیتا ہے یہ ہمارے لئے بہترین موقع ہے کہ ہم کثرت سے اپنے گناہوں پر توبہ و استغفار کریں اور دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کیلئے ذکر، دعا، مناجات اور دعائیں مانگیں۔

غمخواری کا یہ مہینہ ہمیں غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ رحمت و لطف کی روش اپنانے کی دعوت دیتا ہے کہ یہی چیز رحمت خداوندی کو متوجہ کرتی ہے ماہ مبارک کے کسی بھی لمحہ کو ضائع نہ کیجئے۔ عبادت و تلاوت، ذکر و تسبیح، ہمدردی و خیر خواہی اور غربا پروری کی روش کو اپنا کر اپنے رب غفور کو راضی کرنے کی کوشش کیجئے کہ: "بدبخت ہے وہ شخص جس نے رمضان جیسے مہینہ کو پایا اور اپنی مغفرت کی کوشش نہ کی"۔

اللہ ہم سب کو ماہ مبارک کی لطافتوں، برکتوں اور فیضان رحمت سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

درس قرآن

ماہ رمضان نزول قرآن کی سال گرہ ہے

حافظ احسان الحق فلاحی

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ (سورۃ البقرہ ۱۸۵)

رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ لوگوں کے لئے ہدایت بنا کر اور ہدایت اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کے کھلے دلائل کے ساتھ۔ سو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو اسے چاہئے کہ اس کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے۔ اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے تمہارے ساتھ سختی کرنا نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم تعداد پوری کرو اور اللہ نے جو تمہیں ہدایت بخشی ہے اس پر اس کی بڑائی کرو اور تاکہ تم شکر گزار بنو۔

یہ سورہ بقرہ کی ایک سو پچاسیویں آیت ہے جس میں روزہ اور قرآن حکیم کے تعلق کی نوعیت واضح کی گئی ہے پہلے فرمایا جا رہا ہے کہ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا یہاں رمضان کا ذکر ہے اور سورہ دخان اور سورہ قدر کی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ماہ رمضان کی اس رات میں نازل کیا گیا جو انتہائی بابرکت ہے اور جسے شب قدر کہا جاتا ہے۔ پھر قرآن کریم کی دو اہم خصوصیات کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ "هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ" یعنی یہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کے کھلے اور روشن دلائل پر مشتمل ہے یعنی یہ کتاب لوگوں کو صحیح راستہ بتاتی ہے اور جو لوگ اس کے دکھائے ہوئے صحیح راستے کو اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کو ہر موڑ پر صحیح رہنمائی کرتی ہے اور

انھیں ٹھوکر دیں اور لغزشوں سے بچاتی ہے اور انھیں بصیرت عطا کرتی ہے جو انھیں سخت اور نازک گھڑیوں میں ثابت قدم رکھتی ہے۔ یہ ہے اسکی خصوصیت "ھدی للناس" کا مطلب۔ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایسے کھلے ہوئے اور روشن دلائل ہیں جن سے قرآن کی تعلیمات اور ہدایات سے متعلق ہر طرح کے شکوک و شبہات دور ہوتے ہیں اور انکی حقانیت پر ایمان پختہ تر ہو جاتا ہے۔ اور جن سے حق و باطل، صحیح اور غلط، حرام و حلال اور جائز و ناجائز کے درمیان فرق اور امتیاز کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے پھر قرآن کریم کی دو اہم خصوصیات پر روشنی ڈالنے کے بعد روزے کا حکم ان الفاظ میں دیا جا رہا ہے "فمن شهد منكم الشهر فليصمه" پس تم میں سے جو اس مہینے میں موجود ہو اسے چاہیے کہ روزہ رکھے۔ مطلب یہ ہے کہ اس ماہ مبارک میں اس عظیم نعمت کے نزول کا تقاضہ یہ ہے کہ اعتراف نعمت اور شکر گزاری کے طور پر اس میں روزہ رکھا جائے۔ یہ روزہ اور قرآن کے درمیان تعلق کی ایک نوعیت ہوئی کہ قرآن ایک عظیم ترین نعمت ہے اور روزہ اس نعمت کے اعتراف اور شکر گزاری کی عملی شکل ہے۔

دوسری نوعیت جو کہ لفظ "فلیصمه" پر غور کرنے سے آشکارا ہوتی ہے یہ ہے کہ قرآن لوگوں کے سامنے جو دستور حیات پیش کرتا ہے اور تقویٰ و خدا پرستی کی جو شاہراہ دکھاتا ہے اس پر چلنے کے لئے جس زبردست تربیت کی ضرورت ہے روزہ اس کا موثر ترین ذریعہ ہے

عربی میں "صوم" کے معنی رک جانے اور کسی چیز کو ترک کر دینے کے آتے ہیں عرب کے لوگ اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو بھوکا اور پیاسا رکھتے تھے تاکہ سفر یا جنگ کے موقع پر بھوک و پیاس برداشت کرنے کے عادی ہو سکیں۔ اسی طرح وہ اپنے گھوڑوں کو زیادہ سخت ہواؤں میں سامنے کھڑا رکھتے تھے تاکہ تند ہواؤں کے مقابلے کی قوت ان کے اندر پیدا ہو۔ اس عمل کو انکے یہاں "صوم" یا "صیام" کہا

جاتا تھا مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر تدبر قرآن جلد نمبر اول صفحہ ۲۲۴، ۲۲۵ میں اس لفظ پر بڑی ہی محققانہ گفتگو کی ہے۔ غرض یہ کہ روزہ ایک طرف قرآن جیسی عظیم الشان نعمت ملنے پر اللہ تعالیٰ کے شکر کی عملی شکل ہے تو دوسری طرف لوگوں کے اندر تقویٰ پیدا کرنے کا موثر ترین ذریعہ ہے تاکہ اہل ایمان قرآن کے دکھائے ہوئے راستے پر استقامت اور ثابت قدمی کے ساتھ چل سکیں۔

مریضوں اور مسافروں کو اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ دوسرے دنوں میں روزہ رکھ کر اس تربیت سے فیضیاب ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ اس حقیقت کی بھی نشان دہی کر دی گئی کہ مریضوں اور مسافروں کے ساتھ اس رعایت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا اور وہ یہ چاہتا ہے کہ تم روزے کی تعداد پوری کرو۔ انسان چونکہ کمزور و ناتواں مخلوق ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ احکام و قوانین نازل کرتے وقت اس کی رعایت کی ہے اور اسی رعایت کے پیش نظر اس نے معذوروں کو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی اور حکم دیا کہ معذوری ختم ہونے کے بعد روزے کی تعداد پوری کر لیں تاکہ روزے کے روحانی فوائد سے اس طرح کے لوگ کسی بھی طرح محروم نہ رہ سکیں۔

آیت کے آخر میں فرمایا جا رہا ہے: ولتكبروا الله على ما هدىكم ولعلكم تشكرون "اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی کرو اور اس کے شکر گزار بنو اس بنا پر کہ اس نے قرآن جیسی عظیم نعمت دے کر تمہیں سیدھا راستہ دکھایا۔

اللہ کی بڑائی کرنے کی مختلف شکلیں ہیں مثلاً قرآنی تعلیمات پر عمل کر کے زبان حال سے پوری کائنات میں اعلان کرنا کہ سب سے بزرگ و برتر ہستی اللہ تعالیٰ کی ہے اس کا کوئی ہمسر اور مد مقابل نہیں ہے توحید اور خدا پرستی کی دعوت دیتے ہوئے شرک سے بیزاری کا اظہار کرنا، شرک کا قلع قمع کرنے اور توحید و خدا کی بالادستی قائم کرنے کیلئے جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ انجام دینا اور اقتدار ہاتھ میں آ جانے کے بعد قرآن کے نظام کے

بقیہ صفحہ ۳۹ پر

مغربی دنیا کی نظر میں بنیاد پرستی ۔ مسلمانوں کا نقطہ نظر

دوسری قسط

سید محمد ہارون رشید

مسلمان عالمی سطح پر آئی ایم ایف، ورلڈ بینک، اقوام متحدہ اور ان کی ایجنسیوں اور مغربی دنیا کے طاقتور ملکوں کی اجتماعی عیاری، مکاری و منافقت سے گزر کر دنیا کو ایک متبادل نظام دینے اور اسے ممکن بنانے اور اس کو مسلمان سیاسی فکر سے جوڑ کر اسلام کا نام دینے کی قسم کھا بیٹھے ہیں۔

مغربی دنیا نے بنیاد پرست کا ایک جھوٹا طرز اپنے عوام اور اپنے ہم فکر حکومتوں کو دکھانے کی کوشش کی ہے یہ مسلمانوں کو ہرگز قبول نہیں ہے یہ تو بنیاد پرستی کا وہ عملی مختصر حصہ ہیں جو تشدد کا سامنا کر رہے ہیں جبکہ اصل بنیاد پرست تو وہ ذی شعور مسلمان ہیں جو دنیا کے بدلتے دھاروں کو اسلام کے تابع لانے میں سرگرداں ہیں اور یہی وہ ضمانت اور اصول ہیں جس سے ۱۴ سو سال پہلے ایک ایسا انقلاب برپا ہوا کہ زمانے کے بدترین لوگ بہترین بن گئے آج پھر بدترین دنیا کی بدروش کو بہترین بنانے میں اس انقلاب کی روح اور قرآن کے فارمولے پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔

WEBSTERS ہو یا BRITANICA ہو اگر اس میں دیئے ہوئے بنیاد پرست کے معنی پر مغربی دنیا اصرار کرتی رہی تو نقصان اٹھائے گی اس کو چاہیئے کہ وہ آج کے منظر نامہ کو سامنے رکھتے ہوئے جو اوپر پیش کردہ مسلمانوں کا بنیاد پرستی کا نظریہ ہے اس کو قبول کر لے تاکہ وہ [illegible] مشکلات و مصائب سے بچ پائے گی وہ نہیں دیکھ رہی کہ گزشتہ ۵ سالہ آزادی

کی فضا میں مسلمانوں میں اسکالر، عملی مجاہد، تنظیمی صلاحیت رکھنے والے مرد مومن پیدا ہوتے جو ہر طرح سے عالمی سطح پر جو اہم ایشوز ہیں ان پر مذاکرات کر کے دنیا کو صحت پر ڈال سکیں یقیناً یہ مرد مومن ہم میں موجود ہیں آج جو اہم گمبھیر مسائل انسانیت کو درپیش ہیں وہ تو ان غلط فیصلوں کا نتیجہ ہیں جو دنیا کی غیر مسلم قیادت نے کئے ہیں مسلمانوں کو تماشہ کھیلنے سے نفرت ہے وہ تو صاف گوئی سے موجودہ مسائل کا حل پیش کرنے کے اہل ہیں۔

مغربی دنیا کو میں وی ڈیورانٹ کی کتاب "ایج آف فیتھ" کا حوالہ دینا ضروری سمجھتا ہوں جہاں لکھنے والے نے یہ کہا ہے کہ مسلمانوں نے جب وہ عروج پر تھے تو تقریباً تمام شعبہ ہائے زندگی میں غیر معمولی کامیابی حاصل کی تھی۔ انہوں نے اپنی کتاب میں ابن سینا کا حوالہ طب میں، الرازی کا حکمت میں، البیرونی کا فلسفے میں، الہیثم کا آنکھوں کے علاج میں، ابن جابر اور ابن رشد کا حوالہ دیا ہے یہ ہیں وہ چند نام جو اسلامی تاریخ کے افق پر روشن ستاروں کی مانند ہمیشہ چمکتے دمکتے رہیں گے۔

"اسپین میں اسلام کا دور حکومت ۵۰۰ سالہ طویل عرصے پر محیط ہے یہ طویل عرصہ محض اسلام کے نام کے سلوگن کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ غیر معمولی افہام و تفہیم، تحقیق اور ایجاد کی بنیاد پر اسلام نے عروج حاصل کیا۔ آج کا مسلمان ایک مرتبہ پھر شناخت کر چکا ہے کہ وقت کا دھارا پھر سے صدا دے رہا ہے کہ وہ تاریخ کو دہرائیں۔ مسلمان چاہتے ہیں، اور وہ تیار ہیں کہ ہر مذہب، عقیدے، اور ہر طرز فکر کے صاف گو اور انسانیت پسند دانشوروں کے ساتھ مل کر چیدہ اور چنیدہ دوگی پالیسی سے دنیا کو اس ہوشمندی کی شہری پر دوبارہ لائیں جس کو پچھلی صدی کے غلط فیصلوں اور ظالمانہ روش نے تیزی سے اتار چھوڑا تھا۔"

کیا یہ موقع شناسی نہ ہوگی کہ مغربی دنیا جو بنیاد پرستی کے تنگ ترین معنی دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ اس کو چھوڑ دے اور جو وسیع تر اور کامل اعتبار معنی مسلمان سمجھتے ہیں اور پیش کرتے ہیں کو قبول کر لے۔ کیا یہ اچھا نہیں ہوگا کہ عالمی سطح پر بنیاد پرست جو انسانیت کے حامی ہیں، عدل و انصاف کے حامی ہیں، خواہ ان کا تعلق کسی مذہب اور عقیدے سے ہو مل کر

اس دنیا میں حقیقی امن بحال کرنے میں ایک دوسرے سے تعاون کریں۔

مغرب کے ایک دانش ور CARLYLE نے بڑی خوبصورت بات کی ہے وہ کہتا ہے کہ تشدد کے ذریعے مانے عادہ کو بدلنا ناممکن ہے تشدد رائے کو زیر زمین لے جاتا ہے اور اسے اور زیادہ خطرناک شکل دے دیتا ہے کیا آج کل منظم ریاستی دہشت گردی کا استعمال مسلمانوں کے خلاف خصوصی طور پر اور انسانیت کے خلاف عام طور پر نہیں ہو رہا ہے؟

جتنی جلدی امریکہ اور مغربی دنیا مسلمانوں کی ہر شعبہ ہی کی صلاحیتوں کو قبول کر لیا گئے وہ دنیا کے لئے بہتر ہوگا اگر قبول کرتے ہیں تو جو تصویر سامنے آئے گی وہ ہوگی دھند اور بدنظمی کے ترجیحاً خاتمہ کی شکل میں، اور نہ قبول کرنے کی صورت میں ان پر واضح رہے کہ آج کا مسلمان اجتماعی طور پر اپنے سیاسی تشخص کو برقرار رکھنے کے لئے جان کی بازی لگا دینے کے موڑ پر اکھڑا ہوا ہے۔ دو حالیہ انقلاب اس کی گواہی دے رہے ہیں کہ حرارت بدستور تمام مسلمان مزاج میں کارفرما ہے تو یہ ایک ایسا مزاج ہے جس کی کیفیت ایک مشہور کہاوت میں ہے کہ ہم تو ڈوبیں گے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔ مغربی دنیا کو اس کا ترجمہ ...AEDIA BRITANNICA اور WEBSTER میں نہیں ملے گا۔

موجودہ طرز سیاست کو مزید طول دینا مغرب کی بہت بڑی بھول ہوگی جس کو تاریخ کبھی معاف نہیں کرے گی وقت اور حالات کا یہ تقاضا ہے کہ گفت و شنید کا سلسلہ مغرب اور اسلام کے درمیان شروع کیا جائے کیونکہ اسلام مغرب سے تصادم نہیں مکالمہ چاہتا ہے جو انسانیت کو اخلاقیات، آزادی، برابری اور بھائی چارگی کے اصولوں پر قائم معاشرہ دے سکے۔

انیس احمد فلاحی

یہودیت

ساتویں قسط

یہودیت کے مصادر

یہودیت کے مصادر تین ہیں ۱۔ توریت اور اس کے ملحقات (عہد نامہ قدیم) ۲۔ تلمود ۳۔ پروٹوکولات۔

توریت کا تعارف: توریت عبرانی لفظ ہے جس کے معنی شریعت اور تعلیم کے آتے ہیں۔ (اظہار الحق ج ۱، ص ۳۰۶)

یہود کے نزدیک توریت سے مراد وہ اسفار خمسہ "پانچ کتابیں" ہیں جنہیں موسیٰ علیہ السلام نے وحی الٰہی کی روشنی میں مرتب کیا تھا اور وہ پانچوں اسفار درج ذیل ہیں۔

۱۔ کتاب پیدائش ۲۔ کتاب خروج ۳۔ احبار ۴۔ گنتی ۵۔ استثناء۔

کتاب پیدائش (GENESIS)

اس میں تخلیق عالم اور اس کے مراحل سے بحث کی گئی ہے نیز یہ کتاب آدم علیہ السلام سے عہد موسیٰ تک کی مکمل تاریخ پر بھی مشتمل ہے۔ اس کے پچاس باب ہیں۔

کتاب خروج (EXODUS)

یہ سفر یوسف علیہ السلام کے انتقال کے بعد سے موسیٰ علیہ السلام کے ظہور تک کی پوری تاریخ اور بحکم مصر سے ارض کنعان کی جانب ہجرت، اور سفر ہجرت میں پیش آنے والے حادثات و واقعات پر مشتمل ہے نیز اس میں دس وصیتوں کا مفصل تذکرہ بھی موجود ہے۔ اسے خروج اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کا واقعہ مذکور ہے۔ اس میں چالیس باب ہیں۔

کتاب احبار (LEVITICUS)

یہ سفر "سفر اللاویین" کے نام سے معروف ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے جد امجد "لاوی بن یعقوب" کی جانب نسبت کی وجہ سے اس سفر کا نام "لاویان" رکھا گیا۔ کیونکہ بنی اسرائیل کا یہی خاندان شریعت کی حفاظت اور اس کی تعلیم و تدریس کا ذمہ دار تھا۔ اس کتاب میں بنو لاوی کے واجبات و فرائض اور درج ذیل دینی شعائر کا تذکرہ ہے۔

قربانیوں کو پیش کرنے کا طریقہ، بنو لاوی کی تعظیم و تقدیس کرنے کا بیان، طہارت و نجاست، نذر اور عشر کے احکام۔ یہ تمام احکام بنی اسرائیل کو ان کے صحرائے سینا میں خیمہ زن ہونے کے دوران دئیے گئے تھے۔

کتاب گنتی

اس کو "گنتی" اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اس میں بنی اسرائیل کے تمام ہی قبائل واسباط اور فوج وغیرہ کی احصائیات ہے۔ اس میں بنی اسرائیل کی مردم شماری سے لیکر ان کے کنعان جانے سے پہلے تک کے احوال اور وہ احکام مذکور ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریائے اردن کے کنارے دئیے گئے۔

اس سفر میں بنی اسرائیل کے تمام ہی قبائل کے بیان کئے گئے اعداد میں بنو لاوی کی تعداد سب سے زیادہ تعجب خیز ہے کیونکہ بنو لاوی موسیٰ علیہ السلام کے جد امجد "لاوی" کی اولاد ہیں اور لاوی کے تین فرزند تھے۔ جیرشون، قہات اور مراری۔ موسیٰ علیہ السلام قہات کے فرزند تھے اور عقلاً یہ ناممکن ہے کہ ان تین افراد کی ذریت محض ایک ہی نسل گزرنے کے بعد بائیس ہزار تک جا پہنچے۔ اس کے کل باب ۳۶ ہیں۔

سفر استثناء

یہ کتاب جنگ و سیاست، معیشت اور معاملات وغیرہ کے متعلق شرعی احکام پر مشتمل ہے۔ اسے تثنیہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ ان تعلیمات کا اس کے اندر بار بار اعادہ و تکرار کیا گیا ہے اور تثنیہ کے معنی عربی زبان میں "تکرار و اعادہ" کے ہیں۔

اس سفر کے آخر میں موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور آپ کی جائے تدفین کا ذکر

ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ آیت عہد موسوی کے بعد کی تحریر شدہ ہیں۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ یہ سفر بادشاہ یوسیا (۶۴۰ - ۶۰۹ ق م) کے عہد میں لکھا گیا ہے۔ ۶۲۱ ق م یوسیا کے عہد میں اس سفر کا پتہ چلا ہے۔ (دیکھئے: میری مقدس کتابیں۔ جی ٹی مینلی ص ۲۰۹)

محتویات تورات

تورات سے ملحق کتابیں تین طرح کی ہیں۔

۱۔ تاریخی مجموعے۔ اس میں بنو اسرائیل کے فلسطین پر اقتدار کے حصول کے بعد کی مفصل تاریخ بیان کی گئی ہے۔ یہ اسفار درج ذیل ہیں۔

سفر یوشع بن نون، سفر القضاۃ، سفر راعوث، سفر صموئیل، سفر الملوک، اخبار الایام الاول، اخبار الایام الثانی، سفر عزرا، سفر نحمیا، سفر استیر۔

۲۔ شعری مجموعے۔ ان کتابوں میں دینی مواعظ کو شعری اسلوب میں پیش کیا گیا ہے۔ ان کی تعداد پانچ ہے۔

۱۔ سفر ایوب ۲۔ مزامیر داؤد علیہ السلام ۳۔ ۴۔ ۵۔ اخبار سلیمان۔

۳۔ سوانحی مجموعے۔ یہ کتابیں بنی اسرائیل کے انبیاء کرام کی سوانح حیات اور ان کی وصیتوں پر مشتمل ہے۔ ان میں بنی اسرائیل کے عملی و اعتقادی فساد و بگاڑ پر سخت تنقید کی گئی ہے۔ ان کی تعداد (۱۷) ہے۔

۱۔ اشعیاء ۲۔ ارمیاء ۳۔ مراثی ارمیاء ۴۔ حزقیل ۵۔ دانیال ۶۔ ہوشع ۷۔ یوئیل ۸۔ عاموس ۹۔ عوبدیا ۱۰۔ یونان ۱۱۔ میخا ۱۲۔ ناحوم ۱۳۔ حبقوق ۱۴۔ صفنیاہ ۱۵۔ حجی ۱۶۔ زکریا ۱۷۔ ملاخی

(دیکھئے: افحام الیہود، ص ۱۲ - ۲۷، الیہودیۃ والمسیحیۃ، ڈاکٹر ضیاء الرحمن اعظمی ص ۱۳۰، ۱۳۱)

تورات اور تحریف

موجودہ تورات کے متعلق یہود کا دعویٰ و عقیدہ ہے کہ یہی وہ تورات ہے جو انسانیت کی ہدایت کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تھی۔ لیکن محققین کے نزدیک یہ تورات تحریف شدہ تورات ہے۔ اس امر پر تمام مسلمانوں کا بھی اجماع ہے کیونکہ

معقول و منقول دونوں اس کے تحریف شدہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں، ارشاد باری ہے:
"افتطمعون ان یؤمنوا لکم وقد کان فریق منہم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وہم یعلمون" (سورۃ البقرۃ ۔ ٧٥)

کیا تم لوگ توقع رکھتے ہو کہ یہ لوگ تمہاری بات مان لیں گے اور حال یہ ہے کہ ان میں سے ایک گروہ اللہ کے کلام کو سنتا ہے اور اس کو سمجھنے کے بعد اس کی تحریف کرتا رہا ہے۔

تحریف کے معنی بات یا کلام کے بدل دینے کے ہیں، اس بدل دینے کی کئی قسمیں ہو سکتی ہیں مثلاً ایک بات کی دیدہ و دانستہ ایسی تاویل کر دی جائے جو قائل کے منشاء کے بالکل خلاف ہو، کسی لفظ کے طرز ادا اور قراءت میں ایسی تبدیلی کر دی جائے جو لفظ کو کچھ سے کچھ بنا دے، مثلاً یہود نے مروہ کو بگاڑ کر موریا وغیرہ کر دیا۔ کسی عبارت یا کلام میں ایسی کمی بیشی کر دی جائے جس سے اس کا اصل مدعا بالکل خبط ہو کر رہ جائے، مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہجرت کے واقعہ میں یہود نے اس طرح رد و بدل کر دیا کہ خانہ کعبہ سے ان کا کوئی تعلق ثابت نہ ہو سکے۔ کسی ذو معانی لفظ کا وہ ترجمہ کر دیا جائے جو سیاق و سباق کے بالکل خلاف ہو مثلاً عبرانی کے "ابن" کا ترجمہ "بیٹا" کر دیا گیا درحالیکہ اس کے معنی بندہ اور غلام کے بھی آتے ہیں۔ (تدبر قرآن، ج ١، ص ٢٠٨)

یہود تحریف کی ان تمام قسموں کے مرتکب ہوئے ہیں اور تورات ان تمام قسم کی تحریفات سے بھری پڑی ہے۔

تورات کے معتبر نسخے تین ہیں:

١۔ عبرانی: یہ نسخہ یہود اور عیسائیوں کے پروٹسٹنٹ فرقہ کے نزدیک معتبر ہے، یہ نسخہ اس ماسوری نسخے سے ماخوذ ہے جسے چھٹی صدی میں بعض علماء یہود نے طبریہ میں مدون کیا تھا۔

٢۔ یونانی: یہ نسخہ یونانی اور مشرقی چرچ کے نزدیک زیادہ مستند ہے اس کا دوسرا نام "سبعینیہ" بھی ہے کیونکہ اسے عبرانی زبان سے یونانی میں منتقل کرنے کا کام یہود کے ستر (٧٠) علماء نے انجام دیا تھا، یہ دونوں نسخے عہد قدیم کے تمام ہی اسفار پر مشتمل ہیں۔

٣۔ نسخہ سامریہ: یہود کے فرقہ سامرہ کے نزدیک یہ مستند ترین نسخہ ہے مذکورہ بالا دونوں نسخوں سے مختصر ہے اور صرف (٧) اسفار پر مشتمل ہے، پانچ اسفار موسیٰ علیہ السلام کے اور ایک سفر یوشع علیہ السلام کا، رہے بقیہ اسفار تو یہ فرقہ انہیں تسلیم کرتا ہے اور نہ ہی مستند مانتا ہے۔ (دیکھئے، الیہودیۃ والنصرانیۃ ص ١٦٠-١٦٤، السامریون والیہود ص ١٢٨)

ان تینوں نسخوں میں درج ذیل انواع کی تحریفات ہوئی ہیں۔

تحریف بذریعہ تغییر:

نیچے تینوں نسخوں میں درج متعدد انبیاء کرام کی عمروں کا ایک جدول دیا جا رہا ہے جس میں بیان کی گئی انبیاء کرام کی عمروں میں پائے جانے والے تضادات تورات کے تحریف شدہ ہونے پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں۔

نام	عبرانی	سامری	یونانی
آدم علیہ السلام	١٣٠	٣٠	٢٣٠
شیث "	١٠٥	١٠٥	٢٠٥
انوش "	٩٠	٩٠	١٩٠
قینان "	٧٠	٧٠	٧٠
یارد "	١٦٢	٦٢	٢٦٢
متوشلح "	١٨٧	٦٧	١٨٧
لامک "	١٨٢	٥٣	١٨٨
تخلیق آدم علیہ السلام سے طوفان نوح کے زمانہ کی مقدار	١٦٥٦	١٣٠٧	٢٢٦٢

تحریف بذریعہ اضافہ: تورات میں زیادتی و اضافہ کی مثالیں بھری پڑی ہیں، ایک مثال ملاحظہ ہو، جو حاشیہ میں مذکور ہے

"پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے خداوند کے کہے کے موافق وہیں موآب میں وفات پائی، اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں "بیت فغور" کے مقابل دفن کیا پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں اور موسیٰ اپنی وفات کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا اور نہ تو اس کی آنکھ دھندلانے پائی اور نہ اس کی طبعی قوت کم ہوئی۔ اور بنی اسرائیل موسیٰ کے لئے موآب کے میدانوں میں تیس دن تک روتے رہے پھر موسیٰ کے لئے ماتم کرنے اور رونے پیٹنے کے دن ختم ہوئے۔ (۳۴ ــــ ۵، ۶، ۷، ۸)

یہاں "موت موسیٰ" اور ان کی قبر کا تذکرہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حصہ اس تورات سے نہیں ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور تلاوت میں جسے محفوظ کیا گیا تھا، بلکہ ان کے بعد تحریر کیا گیا ہے۔ اس امر کا اعتراف خود ان کے بعض محققین نے بھی کیا ہے۔

۲۔ تحریف بذریعہ حذف و ادغام:

تورات میں حذف و ادغام کے ذریعہ بھی احکام کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر تورات کے عبرانی نسخہ کے سفر الخروج میں ہے کہ:

"موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ہارون اور موسیٰ (علیہ السلام) کو جنا۔"

جبکہ سامری اور یونانی نسخہ میں عبارت یوں ہے کہ:

"پھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ہارون اور موسیٰ اور ان دونوں کی بہن مریم کو جنا۔"

اس کے علاوہ بھی بے شمار مثالیں ہیں، اختصار کے پیش نظر انہیں نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

تورات میں تحریف کا اقرار خود اہل کتاب نے بھی کیا ہے۔

بقیہ صفحہ ۴۳

تجانی فرقہ

افتخار الحسن مظہری

تجانی فرقہ دراصل ایک صوفی فرقہ ہے، اس کے افکار و عقائد بھی تصوف کے مروجہ سلسلوں کے عقائد و افکار کے عموماً مشابہ ہیں، البتہ بعض مخصوص عقائد کے اعتبار سے یہ عام سلاسلِ تصوف سے منفرد ہے، جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مادی یا جسمانی ملاقات کا عقیدہ، اور درود فاتح لما اغلق کا عقیدہ۔ تصوف کے کسی سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جسمانی ملاقات کا عقیدہ نہیں پایا جاتا اور نہ ہی مذکورہ درود کے بارے میں کسی کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ درود اسی فرقہ کے منتسبین کی میراث ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو ان کے شیخ کے ذریعہ منتقل ہوتی ہے۔ جبکہ یہ فرقہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جسمانی ملاقات کا بھی دعویدار ہے اور مذکورہ درود کو اپنی مخصوص میراث بھی تصور کرتا ہے۔ چنانچہ ان کا دعویٰ ہے کہ مذکورہ درود کے فیوض و برکات کسی کو اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتے جب تک کہ اس فرقہ کے کسی اجازت یافتہ یا خلافت یافتہ شیخ سے اس کی اجازت نہ حاصل کر لے۔ یہ درود ان کے نزدیک بڑا اہم سمجھا جاتا ہے۔

بانی اور اہم شخصیات

اس فرقہ کا بانی ابو العباس احمد بن محمد بن مختار بن احمد بن محمد سالم تجانی ہے اس نے ۱۱۵۰ ــــ ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۷۳۷ ــــ ۱۸۱۵ء کا درمیانی زمانہ پایا اس کی پیدائش عین ماضی میں ہوئی جو الجزائر کے ایک صحرائی دیہات کا نام ہے شرعی علوم حاصل کرنے کے بعد اس نے فاس، تلمسان، تونس، قاہرہ، مکہ، مدینہ اور مہروان کا سفر کیا، پھر ۱۱۹۶ھ میں ابو سمغون نامی گاؤں میں اپنے مذہب کی بنیاد ڈالی اور فاس کو اپنا پہلا دعوتی مرکز بنایا، یہیں

اس کی دعوت پھیلی اور پھیل کر پورے افریقہ میں عام ہوئی۔

اس کی اہم ترین یادگار وہ تجانی خانقاہ ہے جو فاس میں اس نے تعمیر کروائی تھی اس دوسری اہم ترین یادگار وہ کتاب ہے جو اس کے شاگرد علی حرازم کی ترتیب و تحقیق سے منظر عام پر آئی جس کا نام "الجواہر المعانی و بلوغ الامانی فی فیض سیدی ابی العباس التجانی" ہے۔

مشاہیر علماء

۱؎ علی حرازم ابو الحسن بن العربی برادۃ المغربی الفاسی، مدینہ میں وفات پائی۔

۲؎ محمد بن المشری الحسنی السائحی السباعی ۱۲۲۴ھ، اس فرقہ کی مشہور کتابیں "الجامع لما افترق من العلوم" اور "نصرۃ الشرفاء فی الرد علی اہل الجفاء" اسی کی تصنیف ہیں۔

۳؎ احمد سکیرج عیاشی ۱۲۹۵ — ۱۳۶۳ھ، فاس میں ولادت ہوئی مسجد قرویین میں تعلیم حاصل کی فراغت کے بعد وہیں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ بعد میں منصب قضا پر بھی فائز ہوئے مغرب کے متعدد شہروں کا دورہ کیا، ان کی دو کتابیں بہت مقبول عام ہیں "الکوکب الوہاج" جو پہلی بار ۱۳۱۸ھ میں شائع ہوئی، دوسری مشہور کتاب کا نام ہے "کشف الحجاب عمن تلاقی مع سیدی احمد التجانی من الاصحاب"

۴؎ عمر بن سعید بن عثمان فوتی سنگھالی۔ یہ سنگھال کے مشہور شہر ویاز کے ایک گاؤں "الفار" میں پیدا ہوئے، جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی، تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے وطن میں اپنے فرقہ کے عقائد کی تبلیغ و اشاعت کرنے لگے۔ فرانسیسیوں سے مقابلہ کی قابل قدر جدوجہد کی۔ ۱۲۸۳ھ میں وفات پائی، ان کی اہم ترین تصنیف کا نام ہے "رماح حزب الرحیم علی نحور حزب الرجیم" جو پہلی بار ۱۲۶۱ھ میں منظر عام پر آئی۔

۵؎ محمد الحافظ بن عبد اللطیف بن سالم الشریف الحسنی التجانی المصری ۱۳۱۵ — ۱۳۹۸ھ

مصر میں تجانی فرقہ کے رائد اول سمجھے جاتے ہیں، یہ تین کتابوں کے مصنف ہیں ایک کتاب کا نام ہے "الحد الاوسط بین من افرط ومن فرط" اور تیسری کتاب تجانی فرقہ کے اصول و مبادی پر مشتمل ہے اس کا نام ہے "منشور الطریقۃ التجانیۃ"

افکار و عقائد

یہ فرقہ ایک صوفی فرقہ ہے لیکن اہل تصوف کے مروجہ افکار و نظریات میں تشدد و انہماک اس کی خاص خصوصیت ہے۔ وحدۃ الذات، وحدۃ الشہود، وحدۃ الوجود وغیرہ صوفیانہ نظریات کا یہ بھی نمائندہ ہے۔

یہ فرقہ غیب کی دو تقسیمیں کرتا ہے، ایک غیب مطلق دوسرا غیب مقید۔ غیب مطلق کا علم اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں رہا غیب مقید تو اس کا علم انبیاء ہی کو نہیں ان کے مشائخ کو بھی حاصل ہے، اپنے شیخ احمد تجانی کے بارے میں اس فرقہ کے لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ غیب کی بہت سی باتیں قبل از وقت بتا دیا کرتے تھے،

احمد تجانی کا دعویٰ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی جسمانی ملاقات ہوئی ہے اور ان سے رو در رو ہو کر گفتگو کا شرف بھی حاصل کیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی ملاقات و گفتگو کے دوران ہی درود فاتح لما اغلق کی ان کو تعلیم دی تھی۔ اس درود کے الفاظ یہ ہیں۔

اللہم صل علی سیدنا محمد الفاتح لما اغلق والخاتم لما سبق ناصر الحق بالحق، الہادی الی صراطک المستقیم، وعلی آلہ حق قدرہ و مقدارہ العظیم۔

اس درود کے بارے میں ان کے مخصوص عقائد ہیں بعض کا تذکرہ کر دینا اس فرقہ کو سمجھنے کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے،

۱؎ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شیخ کو بتایا تھا کہ جو شخص ایک مرتبہ یہ درود پڑھے گا اس کو چھ ختم قرآن پڑھنے کا ثواب ملے گا

۲؎ دوسری مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ جو شخص یہ درود ایک مرتبہ پڑھے گا اس کو چھ ہزار مرتبہ قرآن ختم کرنے اور تمام اذکار و ادعیہ کے

ہزار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ملے گا۔

۳۳ یہ ثواب اسی شخص کو حاصل ہو سکے گا جس کو اس درود کی باقاعدہ اجازت حاصل ہو چکی ہو۔ یعنی احمد تجانی کے سلسلۂ ارادت کے کسی شیخ سے اس کی اجازت اسے حاصل ہوئی ہو۔

۳۴ یہ درود اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرمایا ہوا ہے یعنی بمنزلۂ حدیث قدسی ہے (الاقوال الوفیہ)

۳۵ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ چھوٹے چھوٹے بعض اعمال کو بڑھا کر یہ لوگ بہت زیادہ اجر و ثواب کا باعث بنا دیتے ہیں اور اہم ترین اعمال کی اہمیت کو اتنا گھٹا دیتے ہیں کہ ان کی ادائیگی میں آدمی کسلمندی کا شکار ہو جاتا ہے اسی وجہ سے عبادات میں ان کا شغف وانہماک برائے نام ہی دیکھنے میں آتا ہے کیونکہ چھوٹے چھوٹے آسان اعمال ہی کے عوض انہیں اتنا اجر و ثواب حاصل ہو جاتا ہے جو اخروی کامیابی کے لئے یقینی ضمانت ہوتے ہیں۔

ان کے کچھ مخصوص امتیازات ہیں جن کی بنا پر وہ سمجھتے ہیں کہ قیامت کے دن عام لوگوں کے مقابلہ میں وہ بلند مرتبہ پر فائز ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ رحمت کا خاص معاملہ کرے گا۔

۱- اپنا ایک امتیاز وہ یہ بتاتے ہیں کہ سکرات موت کی شدت ان کے لئے برائے نام ہوگی۔

۲- اللہ تعالیٰ ان کو عرش کے سائے میں جگہ دے گا۔

۳- عالم برزخ میں ان کا مخصوص مقام ہے، جہاں کسی دوسرے کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔

۴- یہ لوگ باب جنت کے قریب ان امان یافتہ لوگوں میں ہوں گے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کے ہمراہ سب سے پہلے جنت میں جائیں گے۔

۵- ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کے واسطہ سے دعا کرنا ممنوع

ہے کیونکہ ان کے شیخ الشیوخ احمد تجانی کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ درود فاتح کی نسبت و برکت کے حوالے سے دعا مانگا کریں۔

۶- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف افترا بازی بھی ان کے عقیدہ کا ایک جزو ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ وحی الٰہی کے کچھ اجزاء آپ نے امت سے پوشیدہ رکھے تھے اور جب ان کے اظہار کا موقعہ آیا تو ان کے شیخ احمد تجانی پر ان پوشیدہ اجزاء کو آشکارا کیا گیا، وحی الٰہی کے ان پوشیدہ اجزا کا ایک جزو درود فاتح بھی ہے۔

۷- تصوف کے بعض مبتلاء افراط و تفریط سلسلوں کی طرح یہ لوگ بھی انبیاء اور اولیاء صالحین سے توسل کو جائز سمجھتے ہیں اور ان سے استعانت و استمداد کو خلاف ایمان و اسلام نہیں سمجھتے۔

۸- چنانچہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور احمد تجانی سے مدد طلب کرنا ان کا عام معمول ہے۔

۹- ان کی کتابوں میں صوفیا کے یہ القاب بکثرت نظر آئیں گے۔

نجباء، نقباء، ابدال، اوتاد، غوث اور قطب وغیرہ ان کا عقیدہ ہے کہ ان ہی نفوس قدسیہ متبرکہ سے نظام کائنات قائم ہے۔

۱۰- وہ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ احمد تجانی خاتم الاولیاء ہیں اور خاتم الاولیاء کا ارشاد ہے کہ جس نے مجھے دیکھ لیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔

اسی طرح خاتم الاولیاء اپنے پیروں کو یقین دلاتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تمام پیروں کے بے حساب جنت میں جانے کی ضمانت لی ہے ان کا ایک ارشاد یہ بھی ہے کہ جس دن دنیا پیدا ہوئی اسی دن اللہ تعالیٰ نے ان کے قدم کو تمام اولیاء کی گردن پر رکھ دیا تھا۔ اسی لئے اگر امت محمدیہ کے تمام اولیاء و اقطاب کو ان کے کسی ادنیٰ مرید سے تولا جائے تو وہ اسکے بال برابر بھی نہیں ہوں گے

الافادۃ الاحمدیۃ میں ان کا ایک ارشاد یہ بھی منقول ہے کہ قیامت کے

دن میرے لئے نور کا ایک منبر نصب کیا جائے گا پھر ایک منادی اعلان کرے گا اور حساب کے موقف میں جتنے لوگ ہوں گے ان مخاطب کرکے کہے گا کہ اے لوگو یہی تمہارا وہ امام ہے جس سے مدد طلب کیا کرتے تھے حالانکہ وہ تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ رہتا تھا۔ (الافادۃ الاحمدیہ ص...)

فکری اساس

تجانی فرقہ کے عقائد صوفیانہ افکار پر مبنی ہیں، جن پر مزید حاشیہ آرائی کرکے انھوں نے اپنی الگ شناخت بنائی عبدالقادر جیلانی، ابن عربی اور منصور حلاج جیسے بلند پایہ صوفیا کی کتابوں سے استفادہ کرکے اپنے طریقۂ تصوف کی تشکیل وتبیین کی۔

اپنے طریقۂ تصوف کی تشکیل سے پہلے احمد تجانی نے متعدد مشائخ تصوف کی قدم بوسی کی اور ان سے کچھ اوراد و وظائف کی اجازت حاصل کی، پھر کچھ دنوں بعد اپنا طریقہ و سلسلہ قائم کیا۔

ابو محمد عبدالسلام بن الطیب القادری الحسنی کی کتاب المقصد الاحمد فی التعریف لسیدنا ابی عبداللہ احمد سے کافی استفادہ کیا جو ۱۳۵۱ھ میں فاس سے شائع ہوئی۔

علم و آگہی کے فقدان کی وجہ سے یہ سلسلہ افریقہ کے لوگوں میں بہت مقبول ہوا۔

توسیع واشاعت

فاس سے اس کا آغاز ہوا اور پھیلتے پھیلتے مغرب سوڈان سنگھال، نائجیریا، شمالی افریقہ تک پہونچ گیا اب ان علاقوں میں اس سلسلہ کے لوگوں کی تعداد اچھی خاصی ہوگئی ہے۔

کتاب التجانی کے مصنف علی بن محمد الدخیل اللہ کی رپورٹ کے مطابق ۱۹۸۱ء میں صرف نائجیریا کے اندر تجانیوں کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ تھی۔

حوالہ جات

اس مضمون کی ترتیب میں درج ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۱- الهدية الهادية إلى الطائفة التجانية تالیف ڈاکٹر محمد تقی الدین ہلالی

۲- کتاب مشتهى الخارف الجاني في رد زلقات التجاني الجاني محمد الخضر

۳- التجانية تالیف علي بن محمد الدخيل الله

۴- الانوار الرحمانية لهداية الفرقة التجانية تالیف عبدالرحمن بن یوسف الافریقی

۵- جواهر المعاني وبلوغ الاماني في فيض سيدي ابي العباس تالیف: علي حرازم

۶- المقصد الاحمد في التعريف بسيدنا ابي عبد الله احمد تالیف: ابو محمد عبد السلام بن الطيب القادري.

۷- الدرة الخريدة شرح الياقوتة الفريدة تالیف: محمد فتحا بن عبد الواحد السوسي۔

۸- بغية المستفيد بشرح منية المريد تالیف: محمد العربي السائح

۹- أقوى الادلة والبراهين على أن احمد التجاني خاتم الاقطاب المحمديين بيقين تالیف: حسين حسن الطائع التجاني۔

۱۰- مجلہ: طریق الحق یہ رسالہ قاہرہ سے شائع ہوتا ہے۔

ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی کا شعبۂ تصنیفی تربیت

ایک مختصر تعارف

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دور حاضر میں اسلام کی دعوت، تبلیغ کے لئے وسیع علمی لٹریچر کی اشد ضرورت ہے۔ آج اخلاقی، معاشرتی، سیاسی غرض زندگی کے مختلف میدانوں میں بہت سے پیچیدہ مسائل اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ دلائل کے ساتھ واضح کرے کہ اسلام ان مسائل کو حل کرنے کی پوری اہلیت رکھتا ہے، اس پر ہونے والی تنقیدوں کا بھرپور جواب دے اور اس کی حقانیت کو علمی اور فکری سطح پر ثابت کرے۔ اسی ضرورت کی تکمیل کے لئے 1981میں اپنی نو تشکیل شدہ صورت میں ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ کا قیام عمل میں آیا تھا۔

ادارۂ تحقیق کی سرگرمیاں

اس مختصر عرصہ میں ادارۂ تحقیق نے مختلف میدانوں میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ اس کے کارکنوں نے عصری مسائل پر اسلامی نقطۂ نظر سے متعدد علمی اور تحقیقی کتابیں تیار کی ہیں۔ اسے باہر کے اصحاب قلم کا بھی تعاون حاصل ہے اور ان کی بھی کئی کتابیں اس کے مکتبہ سے شائع ہو چکی ہیں۔ ادارہ نے اردو زبان کی اہم کتابوں کے ترجمہ کی جانب بھی توجہ کی ہے اور چھوٹی بڑی تقریباً ایک درجن کتابوں کے انگریزی ترجمے شائع کیے ہیں۔ ادارہ سے 1982 سے ایک سہ ماہی مجلہ "تحقیقات اسلامی" شائع ہو رہا ہے۔ اس کا شمار برصغیر کے چند معیاری، علمی اور تحقیقی مجلات میں

ہوتا ہے اور اس میں شائع ہونے والے مقالات کو ملک اور بیرون ملک کے علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

شعبۂ تصنیفی تربیت کا مقصد

ادارہ کی سرگرمیوں کا ایک اہم جز نوخیز اہل قلم کو اسلامی موضوعات پر تصنیف وتالیف کی تربیت دینا ہے۔ ادارہ کی تاسیس ہی کے وقت سے یہ مقصد پیش نظر رہا ہے۔ چنانچہ ادارہ کے دستور میں اس مقصد کی وضاحت یوں کی گئی ہے "قابل اور باصلاحیت افراد کی تربیت کرنا تاکہ وہ (الف) اسلامی موضوعات پر ریسرچ کر سکیں۔ (ب) ایسا لٹریچر تیار کریں جو اسلام کی تبلیغ واشاعت میں معاون ہو۔ (ج) اور اہم اسلامی کتابوں کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کر سکیں۔

شعبہ کے مستفیدین

ادارہ نے شروع سے ہی اس شعبہ کی جانب توجہ دی ہے اور اب تک اس سے بہت سے افراد فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ اس شعبہ سے فائدہ اٹھانے والے بعض افراد آج کل ملک و بیرون ملک میں اہم علمی و دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان میں ڈاکٹر اسرار احمد خان استاد انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی ملیشیا، ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جناب نظام الدین، استاد انڈین اسکول، بحرین، ڈاکٹر حمید نسیم رفیع آبادی استاد سرینگر یونیورسٹی، انوار الحسن صاحب، استاد جامعۃ الفلاح اعظم گڑھ، جناب ثناء اللہ صاحب ایم اے، رکن اسلامی ساہتیہ پرکاشن دہلی، مولانا محمد ادریس قاسمی، سہ ماہی مجلہ پیغام، نیپال، مولانا محمد اسلام عمری مدیر تحقیقات اسلامی، مولانا محمد مشتاق تجاروی قاسمی رکن مرکز مذہبی تحقیقات و سماجی علی گڑھ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ مولانا سلطان احمد اصلاحی اور مولانا محمد جرجیس کریمی بحیثیت رکن ادارہ اس

کے علمی منصوبوں کو آگے بڑھانے میں مصروف ہیں انہوں نے بھی اس تربیتی کورس سے استفادہ کیا ہے۔

مدت اور نصاب

یہ شعبہ دو سالہ نصاب پر مشتمل ہے۔ پہلے سال اسلامی علوم (تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ وغیرہ) کے بنیادی مصادر کے مطالعہ پر زور دیا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ اسلامیات پر عصری لٹریچر کا بھی ایک جامع نصاب تیار کیا گیا ہے۔ جس میں عقائد، عبادات، معاشرت، معاشیات، سیاست اور غیر اسلامی افکار و نظریات پر عربی اور اردو میں معاصر اسلامی مفکرین کی تصنیفات شامل ہیں۔ ان کتابوں کے مطالعہ کی ہدایت کے ساتھ ساتھ اس مطالعہ کے طور پر مختلف موضوعات پر چھوٹے چھوٹے مضامین لکھوائے جاتے ہیں۔ ادارہ کے ذمہ دار رفقاء مطالعہ اور مضمون نگاری کی نگرانی کرتے ہیں اور مضامین کی تصحیح کے ساتھ مناسب مشورے دیتے ہیں۔ یہ مضامین ملک کے مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوتے ہیں۔ دوسرے سال کسی ایک موضوع پر وسیع مطالعہ کے ساتھ اس پر مقالہ لکھوایا جاتا ہے۔

تصنیفی تربیت کے اس نصاب میں حسب ضرورت عربی یا انگریزی کی تعلیم بھی شامل ہے۔ دینی مدارس سے فارغ طلبہ کے لئے انگریزی اور کالجوں اور یونیورسٹیوں سے فارغ طلبہ کے لئے عربی سیکھنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔

ادارہ کی نگرانی میں "اسکالرس فورم" کے نام سے ایک علمی مجلس بھی قائم ہے۔ اس کے تحت زیر تربیت اسکالرز اور مسلم یونیورسٹی کے بعض باذوق طلبہ و اساتذہ جمع ہوتے ہیں۔ کسی علمی موضوع پر مقالہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس پر بحث و مذاکرہ ہوتا ہے اور موضوع سے متعلق ضروری مشورے دئے جاتے ہیں۔ تصنیفی تربیت

کے اس شعبہ کو مولانا سید جلال الدین عمری سکریٹری ادارہ کی سرپرستی حاصل ہے۔

سہولیات

زیر تربیت افراد کو ادارہ میں قیام کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ انہیں خورد و نوش اور دیگر ضروریات کے لئے آج کل ایک ہزار روپیہ ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے۔ اس وقت ادارہ جس کوارٹر میں قائم ہے وہاں کی ضروریات کے لئے کافی ہیں۔ ادارہ کی نئی عمارت تکمیل کے مرحلہ میں ہے اور بہت جلد استعمال کے قابل ہو جائے گی۔ امید ہے کہ اسی سال ادارہ نئی عمارت میں منتقل ہو جائے گا۔ وہاں انشاء اللہ قیام کی بہتر سہولت حاصل رہے گی۔

وابستگی کے لئے بنیادی اہلیت

تصنیفی تربیت کے شعبہ سے وابستگی کیلئے بنیادی شرط یہ ہے کہ درخواست دہندہ کسی معروف عربی مدرسے سے فضیلت یا اس کے مساوی سند کا حامل ہو۔ ساتھ ہی ہائی اسکول کے معیار کی انگریزی کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ عصری دانش گاہ کی صورت میں ایم۔ اے۔ ہونا ضروری ہے۔ بی۔ اے۔ پاس شدہ افراد بھی درخواست دے سکتے ہیں، بشرطیکہ عربی کی اچھی استعداد رکھتے ہوں۔

درخواست دینے کا طریقہ

جو افراد اس شعبہ سے وابستہ ہونا چاہتے ہیں ان سے حسب ذیل معلومات طلب کی جاتی ہیں۔

۱۔ نام

۲۔ عمر

۳۔ پورا پتہ

۴۔ تعلیمی استعداد (اسناد اور مارک شیٹس کی نقول کے ساتھ)

۵۔ کورس کے علاوہ مطالعہ کی تفصیل

۶۔ مطبوعہ یا غیر مطبوعہ مضامین کی نقول

۷۔ ان موضوعات کی تفصیل جن سے درخواست دہندہ کو خصوصی دلچسپی ہو۔

۸۔ کسی معروف شخصیت کا تصدیق نامہ

انتخاب انٹرویو کے بعد ہوتا ہے۔ جن افراد کو انٹرویو کے لئے بلایا جاتا ہے انہیں ایک طرف کا سلیپر کلاس کا کرایہ دیا جاتا ہے۔

امید ہے کہ دینی مدارس اور عصری جامعات کے وہ فارغین جو علمی اور تصنیفی ذوق رکھتے ہیں وہ اس میں جلا پیدا کرنے اور اس کے عملی مشق کے لئے ادارہ تحقیق کے تصنیفی تربیت کے شعبے سے استفادہ کریں گے۔ اسی طرح ادارہ امت کے مخیر حضرات سے بھی بجا طور پر توقع رکھتا ہے کہ وہ اس کے علمی کاموں کی سرپرستی فرمائیں گے اور مردم سازی کے اس نازک اور دشوار کام میں اس کے ساتھ بھرپور تعاون فرمائیں گے۔

رابطہ کا پتہ

IDARA TAHQEEQ-O-TASNEEF-E-ISLAMI
Pan Wali Kothi, Dodhpur
Aligarh (U.P.) 202 001 INDIA

علامہ شبلی کا رسالہ "مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم"

ایک جائزہ

محمد الیاس الاعظمی ایم اے

یہ علامہ شبلی نعمانی کا ایک مختصر مگر جامع رسالہ ہے جو ان کے جدید طرز تصنیف کا نمونہ اور ان کا پہلا علمی کارنامہ ہے یہ دراصل وہ گراں مایہ مقالہ ہے جو انہوں نے ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس میں ۲۷ دسمبر ۱۸۸۷ء کو قیصر باغ لکھنؤ کی شاہی بارہ دری میں پڑھا تھا بعد میں کتابچہ کی صورت میں شائع ہوا اور اب مقالات شبلی جلد سوم میں شامل ہے، علامہ شبلی نے اسے اردو میں اپنی پہلی تصنیف قرار دیا ہے (مکاتیب شبلی ج ۱ ص ۲۳۵)

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں علامہ شبلی نے مسلمانوں کے گذشتہ علمی و عملی کارناموں کا مرقع پیش کیا ہے اور یہ دکھلایا ہے کہ مسلمانوں نے علوم دینیہ کے ساتھ دوسرے علوم و فنون کی تحصیل میں کس قدر سعی و کوشش اور کس قدر محنت و جانفشانی سے کام لیا اور پھر خود کارہائے نمایاں انجام دے کر ان علوم کا فیضان دنیا کی دیگر قوموں کیلئے عام کیا نیز علوم جدیدہ کی بنیاد رکھی۔ اس اہم رسالہ کے بارے میں اختر وقار عظیم لکھتے ہیں۔

"اس مضمون میں شبلی نے قدیم زمانے کے طریقہ کار کا ذکر کچھ اس عمدگی سے کیا ہے کہ اسے پڑھتے ہوئے یہ محسوس ہوتا ہے جیسے شبلی قدیم طرز تعلیم کے بارے میں گفتگو نہیں کر رہے ہیں بلکہ ان کے پیش نظر اس طریقہ کا ذکر ہے جس سے ہم آپ آج فیضیاب ہو رہے ہیں" (شبلی بحیثیت مورخ ص ۳۵)

علامہ شبلی نے جب یہ مقالہ لکھا تھا اس وقت اس موضوع پر کوئی کتاب نہ تھی۔ انہوں نے تاریخ و تذکرہ کی کتابوں سے مسلمانوں کے علمی و تعلیمی کارناموں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ریزہ ریزہ جمع کیا اور اسے ایک مقالہ کی شکل دی اور خود علامہ شبلی کے الفاظ میں "غالباً یہ پہلی

تحریر ہے جس میں اس قدر واقعات جمع کئے گئے ہیں (مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم ص۴) یہ مقالہ اپنے موضوع پر انداز نگارش کے لحاظ سے بھی منفرد اور ممتاز حیثیت کا حامل ہے جناب ضیاء الحسن فاروقی لکھتے ہیں۔

مصنف نے اپنے انداز نگارش کے سہارے مسلمانوں کی علمی خدمات کی ایک جیتی جاگتی تصویر پیش کردی ہے ایسی تصویر کہ اس طرح کا کوئی مرقع کسی ایک تصنیف میں نہیں ملتا (اشخاص و افکار ص۸۹)

اس مقالہ سے علامہ شبلی کا یہ مقصد تھا کہ مسلمانوں کے دلوں میں یورپ کے چیرہ دستیوں کا جو رعب گھر کر گیا ہے اس کا سد باب کیا جائے اور انہیں یہ باور کرایا جائے کہ تمہارے اسلاف کس بلند مقام پر تھے اور یہ کہ وہ علوم وفنون کی ایجاد اور ترویج واشاعت میں دنیا کی کسی اور قوم سے فروتر نہ تھے علامہ شبلی کو اپنے مقصد میں کامیابی ملی مولانا سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ "مسلمانوں کے کانوں میں اپنے بزرگوں کے کارناموں کی یہ پہلی آواز آئی اور سارے ملک میں اس خطبہ کی دھوم مچ گئی۔ (حیات شبلی ص۱۷۱) جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم نے لکھا ہے کہ:-

جب یہ مضمون پڑھا جارہا تھا تو انگریزی تعلیم یافتہ سامعین میں کچھ لوگ اٹھ اٹھ کر پوچھتے تھے کہ مولانا کیا ہمارا علمی ماضی ایسا ہی شاندار تھا جیسا کہ آپ بیان کر رہے ہیں۔ (مولانا شبلی نعمانی پر ایک نظر ص۱۵)

جناب ضیاء الحسن فاروقی نے اس رسالہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس میں علامہ شبلی نے تنقیدی نقطہ نظر سے کام نہیں لیا ہے اور یہ واضح نہیں کیا ہے کہ جب تقلید کا عام رواج ہوگیا تھا اور لوگ فلسفہ کی تعلیم سے گھبرانے لگے تھے تو اس سے مسلم معاشرہ کو کتنا نقصان پہونچا یا یہ کہ مسلمان اپنی علمی ترقی اور علوم وفنون کے ساتھ گہری دلچسپی کے باوجود پستی وتنزل کا شکار

کیوں ہوگئے (اشخاص و افکار ص۸۵-۸۶)

اسی طرح ان کا یہ بھی اعتراض ہے کہ اس میں تعلیم سے دلچسپی وانہماک کی داستان تو ہے لیکن اس بات کا مطلق ذکر نہیں کہ نصاب تعلیم کیا تھا کون کون سی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں اور ان کا معیار کیا تھا (اشخاص و افکار ص۸۵-۸۶)

فاروقی مرحوم کے یہ اعتراضات آج کے پس منظر میں بجا معلوم ہوتے ہیں لیکن آج سے سوا سو سال پہلے کے ہندوستان کے علمی وتعلیمی مسائل کو اگر مدنظر رکھا جائے تو ان اعتراضات کی حیثیت واضح ہوکر سامنے آجائے گی رجہاں تک نصاب تعلیم اور معیار تعلیم کا سوال ہے اولاً تو یہ مباحث سرے سے علامہ شبلی کے موضوع ہی سے خارج تھے بقدر ضرورت ضمناً ان کا ذکر بہرحال کیا گیا فاروقی صاحب کا خیال ہے کہ علامہ شبلی اگر قیاس واجتہاد سے کام لیتے تو ان کے اصولوں کی روشنی میں کوئی خاکہ پیش کیا جاسکتا تھا یہ سچ ہے مگر راقم الحروف کے خیال میں اس مضمون کو سپرد قلم کرتے وقت مصنف کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ ہندوستان میں مغرب سے مرعوبیت کا جو دور دورہ ہے اور جو لوگ اپنے اقدار وروایات سے بے خبر بیزار اور مغرب کی ہر اچھی بری ادا پر جان دیتے ہیں ان کے کانوں میں ان کے اسلاف کی عظمت وبلند پائیگی اور ان کے کارناموں کی گونج سنائی دے چونکہ بنیادی مقصد یہی تھا اس لئے ساری بحث اسی محور کے گرد گھومتی رہی اور مذکورہ اعتراضات یا سوالات کی تشفی کیلئے ایک الگ اور ضخیم تصنیف کی ضرورت تھی بعد میں اس موضوع پر اردو زبان میں ایک ذخیرہ جمع ہوگیا جسکی تفصیل ہمارے موضوع سے باہر ہے۔ بہرحال اس رسالہ کی تاریخی حیثیت مسلم ہے قدر دانوں نے اسے قدر کی نظر سے دیکھا، سر سید احمد خاں نے بے ساختہ ایک خط میں یہ لکھ کر داد دی تھی کہ۔

مولانا شبلی نے تاریخانہ مضمون گذشتہ تعلیم مسلمانان پر اختیار کیا وہ رسالہ مرسلہ ہے میں سمجھتا ہوں نہایت عمدہ اور مفید چیز تیار ہوگئی ہے (خطوط سر سید ص۱۳۶)

اس رسالہ کے بعد ملک میں علامہ شبلی کی شہرت کی دھوم مچ گئی اور مقبول علماء

مولانا امین احسن اصلاحی کا انتقال پر ملال

ابو سفیان اصلاحی

مولانا امین احسن اصلاحی ۱۴ اور ۱۵ دسمبر ۱۹۹۷ء کی درمیانی شب میں اپنے معبود حقیقی سے جا ملے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ مولانا اصلاحی کی عظمت کیلئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ وہ "تدبر قرآن" کے مصنف ہیں اور یہ تفسیر دنیا کی تمام دیگر تفاسیر سے اس لئے منفرد ہے کہ اسے نظم قرآن کو مد نظر رکھتے ہوئے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس تفسیر کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے افکار فراہی کا اسے نتیجہ بتایا ہے۔ مولانا ایک مفسر قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب مترجم بھی تھے۔ انہوں نے مولانا فراہی کے کاموں کو اپنے تراجم سے متعارف کرایا۔ حدیث پر بھی مولانا کی اچھی نظر تھی۔ ادھر بہت دنوں سے انہوں نے درس حدیث کا سلسلہ شروع کیا تھا جسے ان کے تلامذہ ترتیب دیکر مجلہ "تدبر" میں شائع کیا کرتے تھے۔ اس وقت انکی ایک کتاب "تدبر حدیث" کے نام سے شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے۔ فقہ بھی مولانا کے مطالعات کا ایک خاص جز تھا۔ اس سلسلہ میں انکی کتاب "اسلامی ریاست" ایک جامع حیثیت کی حامل ہے۔ مولانا کے علمی پہلوؤں کی مختلف جہات ہیں۔ وہ ایک اچھے خطیب بھی تھے اور دعوت اسلام کے تعلق سے بے شمار خطبات ومحاضرات دیئے۔ اراکین جماعت اسلامی ان کی دعوتی خدمات سے بخوبی واقف ہیں۔ مولانا مودودی انہیں اپنا دایاں بازو کہا کرتے تھے۔ یہ واقعہ ہے کہ جماعت کی تعمیر و تشکیل میں انکا غیر معمولی حصہ ہے اور عمر کا ایک طویل اور عزیز حصہ اس کے اغراض ومقاصد کی بازیافت کے لئے صرف کر دیا اور جماعت ہی کو پیش نظر رکھ کر انہوں نے مایہ ناز کتاب "دعوت

دین اور اس کا طریقہ کار" کے لئے قلم اٹھایا۔ یہ کتاب اپنے موضوع [illegible]ت رکھتی ہے اور دعوت دین کے کام کرنے والوں کی آنکھوں کا سرمہ ہے۔

مولانا کی زندگی کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ وہ ہمیشہ صحافت کے میدان میں بھی سرگرم عمل رہے۔ مدرسۃ الاصلاح سے فراغت کے بعد کچھ دنوں مدینۃ الاخبار بجنور سے وابستہ رہے۔ انہوں نے مدرسۃ الاصلاح سے مجلہ "اصلاح" جاری کیا۔ یہ مجلہ خالص قرآنیات پر مبنی ہوتا۔ اس میں قرآنیات سے متعلق تحقیقی مقالات شائع ہوتے۔ خود مولانا قرآنیات کے مختلف گوشوں پر اظہار خیال کرتے اور مولانا فراہی کے تفسیری اجزاء کا ترجمہ بھی اس میں پیش کرتے لیکن افسوس کہ یہ رسالہ چند سالہ مدت طے کرنے کے بعد بند ہو گیا۔ جو علمی دنیا کے لئے ایک بہت بڑا نقصان تھا۔ مولانا نے پاکستان جانے کے بعد رسالہ "میثاق" جاری کیا۔ یہ رسالہ بھی قرآنیات کے لئے مخصوص تھا۔ لیکن افسوس کہ مولانا کو اس سے بھی اپنا تعلق ختم کرنا پڑا۔ اس وقت ان کی نگرانی میں رسالہ "تدبر" نکل رہا تھا کہ مولانا اپنے سفر آخرت پر روانہ ہو گئے لیکن توقع ہے کہ ان کے تلامذہ اسے جاری وساری رکھیں گے۔

مولانا کی زندگی کا ایک ممتاز پہلو یہ ہے کہ انہوں نے ہمیشہ خود کو اللہ کی کتاب سے جوڑے رکھا۔ قرآن کریم سے اس درجہ لگاؤ اور تعلق انکے اندر اپنے استاد امام مولانا فراہی سے پیدا ہوا تھا۔ جو قرآن کے ایک سچے عاشق تھے اور دوسرا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ فکر فراہی کی اشاعت سے ایک لمحہ بھی غافل نہ رہے۔ ہندوستان میں اس کی تشریح کے لئے دائرہ حمیدیہ کی بنیاد ڈال کر مولانا فراہی کی کئی کتابیں منظر عام پر لائی گئیں۔ مجلہ الاصلاح کا خاصہ حصہ مولانا فراہی کے علمی کاموں کے لئے وقف کر دیا تھا۔ جماعت اسلامی میں رہتے ہوئے بھی وہ کبھی فکر فراہی سے غافل نہ رہے۔ پاکستان جانے کے بعد فکر فراہی کی ہی روشنی میں تفسیر تدبر قرآن ترتیب دیا جسکا اعتراف انہوں نے مقدمہ تفسیر

اور تفسیر میں جو لکھا گیا ہے۔ اسکے علاوہ انھیں کی کوششوں کا ثمرہ ہے کہ اس وقت دو ادارے "ادارۂ تدبر قرآن و حدیث" اور ادارہ "فکر فراہی" خطوط پر قرآنیات کی تحقیق و تدریس میں مصروف و مشغول ہیں۔ اس کے علاوہ ادارہ خدمت قرآن بھی مولانا فراہی اور مولانا اصلاحی کی قرآنی خدمات سے غافل نہیں ہے۔ بہر کیف مولانا نے کچھ ایسے درخت لگائے ہیں جو قرآنیات کی دنیا میں ضرور محسوس کئے جائیں گے۔

مولانا کے انتقال پر ملال سے علمی دنیا میں ایک زبردست خلاء پیدا ہو گیا ہے۔ خدا انہیں اس کا نعم البدل عطا کرے۔ ہندوستان میں بہت کم ایسے حضرات ہیں جنھوں نے مولانا کا دیدار کیا ہو۔ اللہ کا ہزار بار شکر ہے کہ میری ان سے متعدد ملاقاتیں رہیں کیونکہ ۱۹۸۵ء سے اب تک نہ جانے کتنے پھیرے پاکستان کے لئے انھیں اپنے چھوٹوں اور بڑوں سے حد درجہ لگاؤ تھا۔ مجھے انھوں نے جس شفقت و محبت سے نوازا انھیں میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ انھیں جب کبھی خط لکھتا اس کا جواب جناب خالد مسعود صاحب سے ضرور دلواتے۔ میں لاہور آنے کی جب انھیں اطلاع دیتا تو وہ کسی نہ کسی کو اسٹیشن بھیج کر اپنی کار سے مجھے منگواتے اور فرماتے کہ یہ تمہارا کمرہ ہے اور یہ تمہارے لئے کار ہے۔ تم جہاں چاہو آجا سکتے ہو۔ اکثر ہوا کہ کئی کئی روز مولانا کی خدمت میں قیام رہا۔ دھوپ میں بیٹھ کر مستقل مدرسۃ الاصلاح، اپنے علاقہ، اراکین جماعت اسلامی اور مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی، مولانا نجم الدین اصلاحی اور مولانا بدر الدین اصلاحی کے حالات دریافت کرتے۔ کبھی وہ دارالمصنفین کے متعلق بھی دریافت کرتے اور علوم القرآن کے رسالہ علوم القرآن کا خاص ذکر کرتے اور اس کی بقا کے لئے دعا کرتے۔ وہ ہندوستان آنے کے شدید خواہشمند تھے لیکن کہتے کہ اگر میں ہندوستان گیا تو دلی ہی سے احباب، اعزا اور دیگر تنظیم کے سربراہوں کا اس قدر ہجوم ہوگا کہ انکا سامنا کرنے کی مجھ میں اب تاب نہیں ہے۔ وہ مولانا فراہی سمینار میں آنے کے بھی

آرزومند تھے لیکن ان ساری حسرتوں کے ساتھ وہ اس دنیا سے دور چلے گئے۔

ایک مرتبہ لاہور آنے کے اطلاع میں نے مولانا کو بھی دی اور ساتھ ہی ساتھ مدیر نقوش جاوید طفیل صاحب کو بھی۔ جاوید صاحب مجھے اپنے گھر لے کر چلے گئے۔ شام کو جب جاوید صاحب کے ایک عزیز کے ساتھ مولانا سے ملنے گیا تو ان سے فرماتے ہیں "آپ میرے مہمان کو اغوا کر لے گئے"۔ اس جملہ سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کس قدر مہمان نواز تھے اور چھوٹوں کے ساتھ کتنا شفقانہ برتاؤ کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ مولانا نے گفتگو کے درمیان بتایا کہ اسی جگہ صدر مرحوم ضیاء الحق تشریف لائے تھے اور انھوں نے مجھ سے یہ کہا کہ ہم لوگوں کی خواہش ہے کہ آپ ہفتہ میں کسی ایک دن ٹی وی پر درس قرآن دے دیا کریں تو آپ نے فرمایا۔ پھر میرے درس کے بعد رقص کا سلسلہ شروع ہو۔ میں ایسا درس دینے سے قاصر ہوں۔ "ضیاء الحق صاحب کے مطالعہ میں "تدبر قرآن" مستقل رہا کرتی تھی۔

مولانا سے کئی ملاقاتیں میں ایک انٹرویو لینا چاہتا تھا۔ جب اسکے لئے درخواست کی تو انھوں نے یہ کہہ کر اجازت دے دی کہ چونکہ تمہارا تعلق مدرسۃ الاصلاح سے ہے اس لئے ان سوالات کے جواب دے دیتا ہوں ورنہ آج تک میں نے کسی کو انٹرویو نہیں دیا۔ یہ کیسٹ متعدد لوگوں نے مجھ سے مانگ کر سنا ہے لیکن ان میں سے کسی نے آج تک سن کر واپس کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ان میں تمام سوالات قرآنیات، مولانا فراہی کی شخصیت اور مدرسۃ الاصلاح سے متعلق تھے۔ کاش کہ یہ ملتی تو ہم ایک بار مولانا کی آواز سن سکتے۔ مولانا کی ذات خود میں ایک ادارہ کی مانند تھی۔ انکی اس رحلت سے علمی دنیا سوگوار ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ انھیں مغفرت عطا ہو اور خلد بریں میں جگہ نصیب ہو۔ ان کے اعزا اور متعلقین کو صبر جمیل کی دولت عطا فرمائے اور ہم سیہ کاروں کو مولانا کے کاموں کو آگے بڑھانے کی توفیق ہاتھ آئے۔

آہ مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم

نظام الدین اصلاحی

مولانا امین احسن اصلاحی کو اب رحمۃ اللہ علیہ کہنے کے لئے ہم مجبور ہیں ہر انسان کو منزل موت تک پہونچنا ہے مولانا بھی اس منزل تک پہونچے مرحوم نے اس دنیائے آب و گل میں ۹۴ بہاریں دیکھیں اور ایک عظیم مفکر مفسر اور عالم دین کی حیثیت سے اس دنیا میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکتے رہے مرحوم کے علمی کارناموں کو دنیا ہمیشہ یاد رکھے گی بالخصوص ان کے تفسیری کارنامے "تدبر قرآن" کو دنیا بحیثیت مرجع کے دیکھتی اور پڑھتی رہے گی مولانا کے اس علمی کارنامے کو تصنیفی دنیا میں ایک منفرد اور ممتاز مقام حاصل ہے جو کم تفسیروں میں ملے گا خصوصیت سے نظم کلام اور ربط آیات کا موضوع تو بہت ہی اہم اور روشن ہے جس سے آیتوں کے سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے اس کے علاوہ مولانا کی کتابیں اسلامی ریاست اور حقیقت توحید و حقیقت شرک، حقیقت تقویٰ، تزکیۂ نفس، دعوت دین اور اس کا طریقۂ کار وغیرہ بھی قابل ذکر تصنیفات ہیں۔

مولانا اصلاحی مرحوم نے اپنی نوجوانی میں تحریک جماعت اسلامی کی بہترین طور سے خدمت کی اور بہتوں کو متاثر کیا ان کی تحریکی خدمات بھی قابل قدر ہیں مولانا اپنی زندگی میں کافی عرصہ تک مولانا مودودیؒ کے ساتھ ان کے نائب کی حیثیت تحریک کی خدمات انجام دیں اور بجا طور پر اس منصب کے حقدار تھے بہر حال مولانا کی نیکیاں علمی خدمات تحریکی سرگرمیاں ان کی مغفرت کے لئے کافی ہیں۔

مولانا اصلاحی مرحوم نے مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کو بھی اپنی علمی صلاحیتوں سے نوازا اور اسے علمی اداروں میں ایک خاص مقام عطا کر دیا جس پر یہ ادارہ بھی ان کا ممنون

و مشکور ہے مولانا کے اثرات اور ان کے شاگردوں کا ایک بڑا حلقہ آج بھی برصغیر ہند و پاک اور بنگلہ دیش میں مختلف اداروں سے علمی و دینی کاموں میں مصروف ہیں جن کی دعائیں ان کی مغفرت کا ذریعہ بنیں گی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اونچا مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی دولت سے نوازے اس ناچیز کو بھی مولانا کے شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل ہے جس کی وجہ سے مجھے بھی مولانا کی تمام علمی صلاحیتوں سے قریب سے واقف ہونے کا موقع ملا میں اس پر اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر گزار ہوں۔

بقیہ: ماہ رمضان نزول

[illegible] کے حقائق [illegible] یہ سراسر رحمت ہی ہے اور روزہ ہمیں ان تمام کاموں کے لئے تیار کرتا ہے اور ان کی راہ میں پیش آنے والے مصائب و مشکلات کے مقابلے میں استقامت و ثابت قدمی عطا کرتا ہے شرط یہ ہے روزہ رکھتے ہوئے اس کی حقیقی روح کو مد نظر رکھا جائے اور ان تمام کاموں سے بچا جائے جو تقویٰ اور خدا پرستی کے منافی ہوں اور خشیت الٰہی اور خشوع کی کیفیتیں دلوں پر طاری کی جائیں۔

ادارہ

جامعہ کے لیل ونہار

الوداعی تقریب

۱۷؍دسمبر ۱۹۹۶ء کو ابو اللیث ہال میں امسال فارغ ہونے والے طلبہ کے اعزاز میں جامعہ کی جانب سے الوداعی تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ اس تقریب میں ذمہ داران جامعہ، جملہ اساتذہ کرام، اور تمام ہی کارکنان جامعہ نے شرکت کی۔

تقریب کا آغاز عزیزم سید خبیب احمد کاظمی متعلم عربی دوم کی پرسوز قرأت سے ہوا۔ قرأت کے بعد شیخ التفسیر جناب مولانا نعیم الدین صاحب اصلاحی نے فارغین کو چند مفید باتوں اور نصیحتوں سے نوازا۔ موصوف نے فرمایا کہ آپ لحد تک علم کے حصول کی جد وجہد کرتے رہیں اور بغیر کسی تعصب کے دنیا کے سامنے کتاب وسنت کی روشنی میں مسائل کا حل پیش کریں۔ ہم اساتذہ نے آپ لوگوں کی تعلیم وتربیت میں بھرپور جد وجہد کی ہے لیکن اپنی علمی بے مائیگی کی بنا پر خاطر خواہ فائدہ نہ پہونچا سکے۔ لہٰذا آپ ہماری کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیں۔ اور مشہور ادیب جاحظ کے اس جملہ کو اپنے ذہنوں میں ہمیشہ مستحضر رکھیں کہ "سب سے بڑی محرومی یہ ہے کہ طلبہ اساتذہ کی لغزشوں کو تو یاد رکھیں لیکن اپنی کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیں"

موصوف کے بعد نائب مہتمم تعلیم وتربیت جناب مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی صاحب نے فارغین کی توجہ حصول علم، تلاوت قرآن اور اقامت صلوٰۃ کی جانب مبذول کرائی اور مادر علمی کی ترقی کے لئے تا مقدور کوشش کرنے کی وصیت کرتے ہوئے اپنی باتوں کو ختم کیا۔

امسال فارغ ہونے والے طلبہ کے نام یہ ہیں۔

۱۔ فیض الحبیب (گیا بہار) ۲۔ محمد آصف (مہاراجگنج) ۳۔ خورشید عالم (مستمری نیپال) ۴۔

بشیر احمد (دارجلنگ) ۵۔ ابو ضیغم (گیا بہار) ۶۔ محمد امین میر (بارہ مولہ کشمیر) ۷۔ ملک زبیا احمد (سدھارتھ نگر) ۸۔ عبد العلیم (سدھارتھ نگر) ۹۔ ریحان احمد (نینی تال) ۱۰۔ علی مرتضیٰ (ارریہ بہار) ۱۱۔ ارشد حنیف (جہان آباد بہار) ۱۲۔ محمد عادل (جمشید پور بہار) ۱۳۔ اظہر مجید رفیقی (بانڈی پورہ کشمیر) ۱۴۔ محمد عمر (اعظم گڑھ) ۱۵۔ کلیم احمد (اعظم گڑھ) ۱۶۔ بدر الدجیٰ (گونڈہ) ۱۷۔ نبیل احمد (اعظم گڑھ) ۱۸۔ رئیس احمد (اناؤ) ۱۹۔ محمد اشرف (بارہ مولہ کشمیر) ۲۰۔ اظہر الحق (ارریہ بہار) ۲۱۔ انظار عابدی (لکھنؤ) ۲۲۔ ایاز احمد (بہرائچ)

فارغین جامعہ کو استقبالیہ

حسب معمول انجمن طلبہ قدیم نے امسال بھی فارغین جامعہ کے استقبال میں ۱۶؍دسمبر ۱۹۹۶ء کو ابو اللیث ہال میں عشائیہ کا پروگرام رکھا۔ اس عشائیہ میں شیخ الجامعہ جناب مولانا جلال الدین عمری صاحب، ارکان شوریٰ جامعۃ الفلاح، صدر انجمن جناب مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی صاحب اور مقامی ذمہ داران، اور جامعہ میں مقیم فلاحی برادران اور امسال فارغ ہونے والے طلبہ نے شرکت کی۔

تناول ما حضر سے فراغت کے بعد برادرم نبیل احمد فلاحی کی تلاوت قرآن سے اس نشست کا آغاز ہوا۔ آپ کی تلاوت کے بعد صدر انجمن نے انجمن کے مقاصد تاسیس پر مختصر روشنی ڈالی۔ صدر محترم کے بعد رکن شوریٰ انجمن طلبہ قدیم جناب ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی صاحب نے فارغین جامعہ کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے چند مفید نصیحتوں سے نوازا۔ موصوف نے فرمایا کہ جامعہ نے آپ کو سوچنے سمجھنے اور غور وفکر کرنے کیلئے ایک مخصوص نقطۂ نظر عطا کیا ہے یہ نقطۂ نظر اور اس کی روشنی میں تکمیل پانے والا جامعہ کا یہ منفرد ماحول کبھی فراموش نہ ہونے پائے کیونکہ یہ بڑی قیمتی نشانی ہے۔

موصوف نے فارغین کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ جہاں بھی جائیں حصول علم کیلئے مسلسل کوشش کرتے رہیں اور صرف معلومات کی یاد تک علم کو محدود

نہ رکھیں بلکہ اس میں اجتہادی شان پیدا کریں۔ اجتہادی شان زندگی کے کسی بھی میدان میں قدیم معلومات کو عصری اسلوب و انداز میں پیش کرنے نیز اس فن میں نئی نئی صلاحیتوں کو پیدا کرنے کا نام ہے یہ اجتہادی شان جہد پیہم سے حاصل ہوگی۔" اور علمی ہیچ احسانؒ کو ہمیشہ یاد رکھئے اپنی مجلسوں اور حلقۂ احباب میں اس کا تذکرہ کرنا نہ بھولئے۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

موصوف کے خطاب کے بعد فارغین کی جانب سے اپنے احساسات و تاثرات بیان کرنے کے لئے محترم [illegible] فلاحی صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے جامعہ اور اساتذہ جامعہ سے کسب فیض میں اپنی کوتاہیوں کا تذکرہ کیا اور یہ التجا کی کہ وسائل کی فراہمی کے باوجود ہم یہاں سے خاطر خواہ استفادہ نہ کرسکے اس لئے ہمارے بڑے بھائی ہمارے علمی وایمانی استحکام کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔

مسجد جامعہ کی توسیع

جامعہ کے بہتر اور عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ نظام تعلیم و تربیت کو دیکھ کر مفکر اسلام جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ صاحب نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ: "جامعۃ الفلاح کے موذن نے "حی علی الفلاح" کی آواز اس زور سے لگادی ہے کہ نمازیوں کی کثرت سے شاید جامعہ کو تنگیٔ داماں کی شکایت کرنی پڑے"۔

بحمد للہ یہ پیشین گوئی آج حرف بحرف صحیح ثابت ہوگئی ہے۔ طلبہ کی کثرت تعداد کی وجہ سے دیگر اقامت گاہوں کے ساتھ ساتھ جامعہ کی وسیع و عریض مسجد بھی تنگیٔ داماں کی شکایت کرتی نظر آرہی ہے۔ اس تنگی کے پیش نظر مسجد کی پہلی توسیع کا آغاز دسمبر کے اوائل میں ہوچکا ہے۔ اللہ رب العزت اس توسیع کو پایۂ تکمیل تک پہونچائے تاکہ اس کے مناروں سے اذان کی وہ صدا بلند ہو جو بلالی روح سے سننے والوں کو مسجد پہونچنے کے لئے بے تاب کردے۔

مرکزی لائبریری کی تکمیل

مرکزی لائبریری کی سہ منزلہ عمارت کی صفائی و پلاسٹر کا کام

مکمل ہوچکا ہے۔ صفائی کے بعد یہ عمارت بڑی ہی خوشنما اور دلکش دکھائی دے رہی ہے ۹۷ء کے تعلیمی سیشن کے آغاز سے ان شاء اللہ اس لائبریری کا افتتاح ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس لائبریری کو علم و تحقیق کا ایسا مرکز بنائے جس کی شعاعوں سے دنیا کے ظلمت کدے منور ہوجائیں۔

تعمیرات

یکم دسمبر ۱۹۹۶ء کو بلریاگنج کے اطراف و اکناف میں ایسی شدید طوفانی ہوا آئی جس نے دھان اور سرسوں کی فصلوں کو تہس نہس کرکے چٹیل میدان بنادیا بیشمار مکانات گرادیئے باغوں کو شدید نقصان پہونچایا۔ اس عظیم نقصان پر لوگ کف افسوس ملتے رہ گئے۔ لیکن حیف صد حیف کہ یہ افسوس و ندامت خدا سے ڈر کر نہیں محض دنیوی ضرر پہنچنے کی بنا پر تھی۔

الحمدللہ جامعہ کی در و دیوار اس عذاب الٰہی سے محفوظ رہیں صرف احاطہ جامعہ کی چند گز پوربی دیوار گرگئی تھی جس کی تعمیر کا کام مکمل کرلیا گیا ہے۔

اظہار تعزیت

یہ خبر فلاحی برادران بڑے ہی درد و غم کے ساتھ سنیں گے کہ جناب کے ایم آصف فلاحی صاحب کے دادا جناب قمرالدین خاں صاحب ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۶ء بروز اتوار اپنے آبائی وطن، علی پور سنگٹھی اعظم گڑھ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم بہت ہی مقبول عام اور ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے آپ سرکاری ملازمت سے علیحدگی کے بعد گاؤں ہی میں رہ کر مدرسہ "فیض العلوم" کا نظم و نسق دیکھ رہے تھے۔

ہم دکھ کے ساتھ یہ خبر بھی دیتے ہیں کہ حبیب انجمن کے ڈرائیور جناب عبدالعلیم صاحب کی والدہ محترمہ ۲۷ دسمبر ۱۹۹۶ء بروز سنیچر اس دار فانی سے کوچ کرگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ادارہ حیات نو پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتا ہے اور مرحومین کے لئے دعا کے

مغفرت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

اعلان عام

مجلس انتظامیہ دسمبر ۱۹۹۶ء کے فیصلے کے بموجب آئندہ تعلیمی سیشن سے نئے فیس تعلیمی اور بورڈنگ فیس کی شرح درج ذیل ہوگی۔

	تعلیمی فیس	امتحانی فیس
۱۔ شعبۂ اعلیٰ	۳۰ روپئے ماہانہ	۲۵ روپئے
۲۔ شعبۂ ثانوی	۲۵ روپئے ماہانہ	۱۵ روپئے
۳۔ شعبۂ ابتدائی	۱۵ روپئے ماہانہ	۱۰ روپئے
۴۔ سند کی فیس	سو روپئے	
۵۔ دارالاقامہ فیس	تین سو روپئے سالانہ	
۶۔ بجلی فیس	۴۲۵ روپئے سالانہ	

۷۔ بس کرایہ میں پندرہ فیصد کا اضافہ کیا گیا ہے۔

نوٹ:- یہ بھی طے پایا کہ اگر کسی کے تین بچے زیر تعلیم ہوں تو ایک بچہ کی فیس تعلیمی نہیں لی جائے گی اور اگر دو بچے تعلیم پا رہے ہوں تو ایک کی آدھی فیس لی جائے گی۔ کتب خانہ فیس پانچ روپئے ماہانہ ہوگی اور یہ فیس شعبۂ اعلیٰ اور ثانوی کے تمام ہی طلبہ وطالبات سے لی جائے گی۔

(ناظم جامعہ)

روداد انجمن

۲۴ دسمبر ۱۹۹۶ء کو بعد نماز عصر انجمن آفس میں سال رواں کی آخری میٹنگ کا آغاز انیس احمد فلاحی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس نشست میں درج ذیل اراکان شوریٰ نے شرکت کی (۱) صدر انجمن جناب مولانا رحمت اللہ اثری صاحب (۲) سکریٹری انجمن جناب مولانا نور محمد صاحب فلاحی (۳) جناب ڈاکٹر عبید اللہ زبید صاحب فلاحی (۴) جناب حافظ ابوذر فلاحی صاحب (۵) جناب محترم حافظ ادھم علی صاحب فلاحی (۶) جناب مولانا محبوب عالم صاحب فلاحی (۷) جناب عبدالعظیم صاحب فلاحی (۸) جناب مولانا انصار احمد صاحب فلاحی (۹) انیس احمد فلاحی۔

غیر حاضر اراکان شوریٰ میں سے صرف جناب عبدالبر صاحب اثری اور محترم ابوالکلام صاحب فلاحی، محترم جاوید اشرف صاحب فلاحی اور محترم اظہار احمد صاحب فلاحی اور محترم مشرف صاحب کے معذرت نامے موصول ہوئے۔ بقیہ اراکان کی جانب سے کوئی معذرت نامہ نہیں آیا۔

سابقہ کارروائی کی خواندگی اور توثیق کے بعد گوشوارہ آمد وصرف بابت نومبر ۹۵ء تا نومبر ۱۹۹۶ء پیش کیا گیا جس کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

آمد- ۸۲-۱۹۲۷۵۵ صرف = ۸۲-۱۹۲۷۵۵

گوشوارہ آمد وصرف کے بعد سالانہ بجٹ زیر بحث آیا اور آمدنی کا تخمینہ اس طرح لگایا گیا۔ حیات نو سے ہونے والی متوقع آمدنی تیس ہزار، اشتہارات کے ذریعہ دس ہزار، ممبری فیس کے ذریعہ چار سو، ممبران انجمن سے ایک لاکھ، اراکان شوریٰ سے تیس ہزار، ہمدردان انجمن سے پچاس ہزار اور کرایہ جیپ سے اسّی ہزار اس طرح کل آمد ہوگی (۳۳۴۲۰۰) اور متوقع خرچ کا حساب یوں ہے۔ حیات نو کی طباعت میں (۶۰۰۰۰)، تنخواہ کارکنان (۳۶۰۰۰)، شوریٰ (۸۰۰۰) ضیافت پر (۵۰۰۰) جیپ خرچ (۶۰۰۰۰) واپسی قرض از ملا (۱۰۰۰۰)

اسٹیشنری (۵۰۰) انعامات پر (۵۰۰۰) صنف لیبر (۴۰۰۰) فون پر (۶۰۰۰) بینک قرض (۲۵۰۰۰) فرنیچر (۲۰۰۰) متفرقات پر (۳۰۰۰)۔ اس طرح کل خرچ ہو گا (۳۱۶۵۰۰)

خسارہ: ۱۶۱۰۰

گوشوارہ آمد و صرف کے بعد حیات نو کے مالی اور معنوی امور زیر بحث آئے اور درج ذیل فیصلے کئے گئے۔

۱۔ جامعہ کے لیل و نہار کی ترتیب و تنظیم اچھی طرح کی جائے نیز اس میں شعبہ نسواں کی بھی نمائندگی ہو شعبہ نسواں کے خبروں کو مرتب کرنے کی ذمہ داری سکریٹری انجمن طالبات قدیم پر ڈالی گئی ہے۔

۲۔ انجمن طالبات قدیم کے پہلے اجلاس میں پیش کئے گئے مقالات کے سلسلے میں تجویز آئی اور فیصلہ کیا گیا کہ وہ تمام مضامین حیات نو کے ایک خاص نمبر میں کتابی شکل میں شائع کئے جائیں۔

۳۔ حیات نو کی ایک مجلس ادارت تشکیل دی جائے ناموں کی تعیین شوریٰ کے آئندہ اجلاس میں ہو گی۔

۴۔ پرچہ کی کتابت کے سلسلے میں یہ تجویز آئی کہ شعبہ امتحانات میں موجود کمپیوٹر سے دو دو پرچے کی بچت کے پیش نظر کے آجانے کے بعد کتابت کرائی جائے

مالی مسائل: مالیات کی مضبوطی کیلئے یہ تجویز آئی اور فیصلہ کیا گیا کہ حیات نو کا ایک مستقل فنڈ قائم کیا جائے اور اسکی مضبوطی کے لئے ملک کے طول و عرض میں خریداری مہم چلائی جائے نیز مختلف اداروں اور کمپنیوں سے اشتہارات حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

جیب کے بعد جامعہ کے انتظامی، تربیتی اور تعلیمی امور زیر بحث آئے اور درج ذیل تجاویز پاس کی گئیں جنہیں صدر انجمن کے توسط سے انتظامیہ میں پیش کیا گیا۔

۱۔ عصری مضامین کے لئے اساتذہ کی قلت کے پیش نظر یہ تجویز آئی کہ فلاحی فارغین کو اچھا تنخواہ پر یونیورسٹی میں داخلہ دلا کر تیار کرایا جائے۔ اور پھر انھیں 2 گریڈ پر رکھ کر کوئی مناسب

کام معقول معاوضہ پر الگ سے دیا جائے تاکہ تنخواہ کی کمی پوری ہو سکے نیز ان کے لئے فیملی کوارٹر کا بھی انتظام کیا جائے۔

۲۔ محنتی اور باصلاحیت اساتذہ کی ہمت افزائی کے لئے جامعہ معقول انعام دے تاکہ تن آسانی اور کاہلی و سستی کے جذبات کو پسپائی ہو جبکہ مسلسل اور سعی پیہم کے جذبات پروان چڑھ سکیں۔ اور اگر انتظامیہ اس تجویز کو مسترد کر دیتی ہے تو پھر انجمن اس کام کا آغاز کرے۔

کمر توڑ مہنگائی کے پیش نظر کارکنان انجمن کی تنخواہ میں خاطر خواہ اضافہ کیا گیا، نیز یہ فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ شوریٰ کے ہر اجلاس میں جناب ڈاکٹر یونس صاحب فلاحی اور جناب ولی اللہ سعیدی فلاحی کو بحیثیت مدعو خصوصی کے بلایا جائے۔

بقیہ علامہ شبلیؒ کا رسالہ.......

سید سلیمان ندوی یہی وہ مطلع ہے جس سے علامہ شبلی کی شہرت کا آفتاب سب سے پہلی دفعہ طلوع ہوا (حیات شبلی ص۱۷۱) اس کتابچہ کے بارے میں مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی نے لکھا ہے کہ جب اس رسالہ پر دل گداز میں ریویو ہوا تو کوئی ایسا نہ تھا جو اس کے دیکھنے کا مشتاق نہ ہو گیا ہو (بحوالہ حیات شبلی ص۱۷۱) اور سچ یہ ہے کہ آج بھی اس کی قدر و قیمت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔

بقیہ: یہودیت

چنانچہ فاتیکان میں ۱۹۶۲ تا ۱۹۶۵ء میں منعقدہ اجلاس میں عہد قدیم کے متعلق ان کا یہ آخری فیصلہ منظر عام پر آیا کہ عہد قدیم اگرچہ وحی الٰہی کی روشنی میں مدون کیا گیا ہے لیکن وہ بعض غلط باتوں پر بھی مشتمل ہے۔ یہ فیصلہ تین سال مسلسل غور و خوض کے بعد کیا گیا جس کے حق میں (۲۳۴۴) افراد نے ووٹ ڈالے جبکہ ان کے خلاف صرف (۶) ووٹ ڈالے گئے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے، الندوۃ ج ۱۰ ش ۵، ۱۹۹۶-۱۹۹۷، القرآن الکریم والتوراۃ والانجیل والعلم ص ۹۰، التوراۃ والانجیل از محمد شلبی ص ۲۹۳
الادیان والفرق والمذاہب المعاصرۃ، ص ۱۸-۱۹۔

حلقہ یاراں

کے۔ ایم آصف اعظمی
علیگڑھ

محترم ایڈیٹر مکرم "حیات نو"۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

توقع ہے کہ آپ ہمکنار عافیت ہوں گے۔

آپ کے عنایت نامے موصول ہوتے رہتے ہیں، جو احوال وافکار سے آگاہی کا اہم ذریعہ ہیں۔ تاہم اس سے بڑھ کر COMMUNICATION کا ذریعہ ہے اور یہ دیکھ کر نہایت خوشی ہو رہی ہے کہ فلاحی برادران کا یہ ترجمان آپ کی ادارت میں بہت تیزی کے ساتھ IMPROVEMENT کے راستہ پہ جارہا ہے۔

اکتوبر ۱۹۹۶ء کا شمارہ زیر نظر ہے۔ حلقہ یاراں کا آغاز خوش آئند ہے۔ برادرم ابو عمیر منظر کا خط پڑھ کر خوشی ہوئی کیونکہ یہ مراسلہ برائے مراسلہ نہ ہو کر ایک بنیادی خامی کی اشارہ کرتا ہے۔ اس ماہ کتابت میں کچھ صفائی آئی ہے۔ لیکن مزید بہتری کی ضرورت ہے۔ موضوعات کے نیچے کلاس نوٹ کی طرح جو لائننگ کی جاتی ہے، اسے ختم کیا جا سکتا ہے۔ نیز حیات نو کے "ٹائٹل" کے پیج میں مزید حسن و کشش پیدا کرنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ اداریہ کے سلسلہ میں مناسب ہوگا کہ اسے صرف دو صفحات تک محدود رکھا جائے نہ تو گزشتہ شمارہ کی طرح دو صفحات سے زائد ہو اور نہ ہی اس شمارہ کی طرح کم۔ علاوہ ازیں اداریہ کے لئے THEME نئے مسائل اور موضوعات کو بنایا جائے۔ اسی کے ساتھ پرچہ میں نئے اور پرانے قلم کاروں کو ساتھ لے کر چلنے کا ظرف پیدا کیا جائے تاکہ اعلیٰ اور مطلوبہ معیار تک پہنچنے میں دشواری نہ ہو۔

درس قرآن و سنت اور گوشہ سیرت کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ جناب ارشد سعیدی کا مضمون فارغین مدارس کا رسپانس ہے۔ اس مضمون میں بقول ان کے کچھ گوشہ تشنہ رہ گئے ہیں، ان کو بھی منظر عام پر لانے کی ضرورت ہے۔ استشراق اور صیہونیت سے متعلق مضامین ماخذ و مراجع کے حوالوں کے ساتھ ہوتے تو اچھے REFERENCE میں شمار کئے جاتے۔ والسلام